مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ طلوع اسلام لاہور

ٹیلیفون : 5714546/5753666
Idara@toluislam.com
خط و کتابت
ناظم ادارۂ طلوع اسلام (رجسٹرڈ) 25/B گلبرگ 2 لاہور

قیمت فی پرچہ
-/15
روپے

بدل اشتراک
سالانہ
پاکستان 170- روپے
غیر ممالک 800- روپے

شمارہ نمبر 06 — جون 2000 — جلد 53

Bank Account Number 3082-7, National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore.

ادارت: محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت
ڈاکٹر صلاح الدین اکبر (اردو سیکشن)
بشیر احمد عابد (اردو سیکشن)
محترمہ شمیم انور (انگلش سیکشن)

اکاؤنٹنٹ : مرزا زمرد بیگ
سرکولیشن مینجر و کمپوزر : شعیب حسین

انتظامیہ
چیئرمین :- ایاز حسین انصاری
ناظم :- اقبال ادریس
ناشر :- عطاء الرحمان ارائیں

قانونی مشیران
عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ
ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ
محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

پرنٹرز آفتاب عالم پریس، ہسپتال روڈ، لاہور ---- فون: 7232584

فہرست

معت	ادارہ	3
محترم جناب چیف ایگزیکٹو پاکستان	ڈاکٹر سید عبدالودود	8
حدیث کی صحت جانچنے کا صحیح اصول	مولانا شہاب الدین ندوی	17
میں کرسچن کیوں نہیں ہوں؟	ڈاکٹر شبیر احمد	19
سنت و حدیث	علی محمد چدھڑ	26
امام ابو حنیفہ کے خلاف امام بخاری کے کفر کے فتوے کا عکس	ادارہ	30
کچھ آرزوئیں۔۔کچھ تجاویز	محمد رفیق ثانی	33
تکلف بر طرف	منظور احمد خان	39
حقائق و عبر	پروفیسر رفیع اللہ شہاب	46
باب المراسلات	امیر تیمور	51

ENGLISH SECTION

1- Chained :

By Saima Hamid 53

2- Ill Gotten Earning

By Parwez. Translated By: Khalid M.Sayyed 60

3- A Message from Moscow

By Sam Gerrans 64

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

مخلوط انتخابات

(چیف ایگزیکٹو پاکستان اور ان کی کیبنٹ کی خصوصی توجہ کے لئے)

جو حضرات طلوع اسلام کے دور اول (1938ء) سے اس کا مطالعہ کرتے چلے آرہے ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ اس زمانہ میں ایک ہی مسئلہ تھا جس کے گرد ہمارے فکر و عمل کی پوری دنیا گردش کرتی تھی۔ وہ مسئلہ تھا۔ متحدہ اور جداگانہ قومیت کا۔ ہندو اور اس کے ہمنوا مسلمانوں) کا نظریہ یہ تھا کہ ہندوستان میں بسنے والے تمام لوگ ایک ہی قوم کے افراد ہیں' کیونکہ قومیت کا مدار وطن کا اشتراک ہے۔ اس کے برعکس جمہور مسلمانوں کا (جنہیں تحریک پاکستان کا داعی کہا جاتا تھا) دعویٰ یہ تھا کہ

بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

اسلام میں قومیت کا مدار' وطن' رنگ' نسل' زبان وغیرہ کا اشتراک نہیں۔ بلکہ آئیڈیالوجی کا اشتراک ہے۔ جو لوگ اسلامی نظریہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہندوستان (یا دنیا) کے کسی حصہ میں بستے ہوں' ایک قوم کے افراد ہیں' اور ان کے برعکس جو لوگ کسی اور آئیڈیالوجی پر یقین رکھتے ہوں وہ دوسری قوم کے افراد۔ یہی بنیادی مسئلہ تھا جو وہاں مابہ النزاع تھا اور یہی وہ اصولی اور اساسی اختلاف تھا جس پر وہاں کی سیاست کی پوری عمارت استوار ہوئی تھی۔ یہی اختلاف ہمارے مطالبہ پاکستان کی بنیاد تھی اور قومیت کا یہی تصور ہمارے جداگانہ مملکت کے دعوے کی دلیل۔ ہمارے اس دعوے نے ساری دنیا کی نگاہوں کو ہماری طرف پھیر دیا تھا' اس لئے کہ ہمارا یہ معیار قومیت' باقی دنیا کے ہر مسلمہ مدار قومیت کے خلاف تھا۔ اسی اصل کی ایک اہم شاخ تھی جو مخلوط اور جداگانہ انتخاب کے سوال کی شکل میں بار بار سامنے آتی تھی۔ متحدہ قومیت کے حامیوں کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان کا ہرباشندہ' بلا تخصیص مذہب و ملت' جسے چاہے اپنا نمائندہ منتخب کرلے۔ لیکن اس کے برعکس' مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے مدعیوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ "بات اصولاً" غلط ہے کہ مسلمانوں کا نمائندہ کوئی غیر مسلم ہو۔ لہٰذا مسلمان رائے دہندگان صرف مسلمان امیدوار کو ووٹ دے سکتے ہیں اور غیر مسلم' غیر مسلموں کو' گویا نظریہ قومیت کی عملی تعبیر' اس زمانے میں' مخلوط اور جداگانہ انتخاب کے سوال کی شکل میں سامنے آیا کرتی تھی۔

جداگانہ قومیت اور جداگانہ انتخاب کے ہمارے اس مطالبہ کا غیر مسلموں کے لئے وجہ تعجب ہونا تو چنداں مستبعد نہ تھا لیکن حیرت تھی کہ خود مسلمانوں کا ایک گروہ بھی اس کا مخالف تھا۔ اس گروہ میں کچھ لوگ تو ایسے تھے جو محض اپنے پیش نظر مفادات کی خاطر اس نظریہ کی مخالفت کرتے تھے لیکن بعض ایسے بھی تھے جن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مذہب کو قومیت سے کیا تعلق؟ اس لئے کہ صدیوں سے انہیں یہ بتایا جارہا تھا کہ مذہب خدا اور بندے کے درمیان نجی تعلق کا نام ہے اور اس سے مقصد ہے "نجات" حاصل کرنا۔ لہٰذا مذہب کو سیاست سے کیا واسطہ؟ یہ سعادت طلوع اسلام کے حصہ میں آئی تھی کہ وہ اول الذکر گروہ کی مفاد پرستیوں کے پردوں کو چاک کرے اور آخر الذکر طبقہ کو بدلائل و براہین سمجھائے کہ اسلام دنیا کے مذاہب کی طرح ایک مذہب نہیں۔ یہ ایک ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور اس کی تعلیم کا نقطہ ماسکہ یہ ہے کہ یہ اپنی مخصوص آئیڈیالوجی کی بنا پر' ایک جداگانہ ملت (قوم) کی تشکیل کرتا ہے۔

ہندوستان میں ہماری یہ جنگ قریب دس سال تک مسلسل جاری رہی۔ تاآنکہ 1947ء میں' انگریز اور ہندو دونوں نے ہمارے اس مطالبہ کو تسلیم کیا اور اس کا نتیجہ پاکستان کی جداگانہ مملکت کی شکل میں ہمارے سامنے آگیا۔ **فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔** طلوع اسلام کے لئے یہ کامیابی صرف اس لئے وجہ مسرت نہ تھی کہ اس لئے مسلمانان پاکستان کو ایک الگ سلطنت مل گئی بلکہ اس لئے کہ اس سے قرآن کا وہ انقلابی نظریہ' جسے اس نے چودہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اسے خود مسلمانوں نے بھی پس پشت ڈال رکھا تھا' ایک بار پھر' محسوس و مشہود انداز میں دنیا کے سامنے آگیا اور نسل اور وطن کی خود ساختہ چار دیواریوں میں محبوس قوموں نے اپنی آنکھوں

ووٹ انتخاب" کی رو سے منتخب ہوئے تھے اور کیا مدینہ کی پارلیمان (مجلس شورے) میں غیر مسلم بھی شریک ہوا کرتے تھے؟ تو او
اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی پوزیشن کو اس قدر واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے جن کے لئے کسی تشریح و تفسیر کی بھی ضرورت نہیں
ہتی۔ اس نے کہا ہے کہ ان غیر مسلموں کی جان' مال' عزت' عصمت' حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں تک کی حفاظت مسلمانوں کے
ہے' وہ ہر قسم کے نیک سلوک اور عمدہ برتاؤ کے مستحق ہیں۔ نوع انسانی کے افراد ہونے کی جہت سے' ان کی پرورش اور نشوونما
معاشرہ کا فریضہ ہے۔ وہ ان تمام حقوق کے حقدار ہیں جو اسلام کی رو سے ایک انسان کو حاصل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے
دیا کہ چونکہ تمہارا نظام مملکت ایک مخصوص آئیڈیالوجی پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ لوگ جو اس آئیڈیالوجی پر یقین نہیں رکھتے' اس نظام
ل پرزے نہیں بن سکتے۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ

مسلمانو! ایسا ہرگز نہ کرو کہ اپنوں کے سوا کسی اور کو اپنا ہمراز اور معتمد بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ جس بات سے تمہیں نقصان پہنچے وہی انہیں اچھی لگتی ہے۔ ان کے بعض منصوبے تو ان کے منہ سے ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن جو کچھ ان کے دل میں چھپا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہم نے تم سے واضح طور پر بات کہدی ہے بشرطیکہ تم عقل و فکر سے کام لو۔

تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم ان سے دوستی جتاتے پھرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمہیں ایک لمحہ کے لئے بھی دوست نہیں رکھتے۔ تم (اللہ کی طرف سے جتنی کتابیں بھی نازل ہوتی رہی ہیں) ان سب پر ایمان رکھتے ہو (اس لئے لامحالہ تمہارے دل میں ان کی کتابوں کا بھی احترام ہے) لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ یہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ان باتوں کو مانتے ہیں لیکن جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف جوش غضب میں اپنی انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ (اے رسولؐ تم ان سے) کہدو کہ تم جوش غضب میں اپنی انگلیاں ہی کیوں کاٹتے ہو۔ جاؤ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔ اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو انسانوں کے سینے میں چھپا ہے۔

اگر کوئی بات ایسی ہو جائے جو تمہارے بھلے کی ہو تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے تو بہت ہی خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم اپنے پروگرام پر مستقل مزاجی سے جمے رہے اور قوانین خداوندی کی نگہداشت کی تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ خدا (کا قانون مکافات) ان کے تمام اعمال کو محیط ہے۔ (3:117-119)

اور آگے بڑھیئے' سورۂ مجادلہ میں ہے۔

جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' تم کبھی نہ دیکھو گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوست داری کے تعلقات رکھیں جو اللہ اور رسول کے خلاف ہوں' خواہ وہ ان کے باپ' بیٹے' بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں..... (55:22)۔

سورۂ ممتحنہ میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ

تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے رفقائے کار کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے (برملا) کہدیا تھا کہ ہم تم سے اور جن کی تم خدا کے سوائے عبودیت اختیار کئے ہوئے ہو۔ ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ تعلقات سے انکار کرتے ہیں۔ تمہارے اور ہمارے درمیان عداوت اور نفرت ہمیشہ کھلی کھلی رہے گی۔ تاآنکہ تم بھی (ہماری طرح) خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ (60:4)۔

اور اس کے بعد پھر تاکید ہے کہ

اے مسلمانو! تم ان لوگوں کو کبھی اپنے دوست نہ بنانا جو غضب خداوندی کے مستحق ہیں (60:13)۔

ان نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان لوگوں سے دوستداری کے تعلقات رکھنے سے کیوں منع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ

ا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منهم اولیاء ... (4:89)

اہتے ہیں کہ جس طرح یہ خود کافر ہوئے ہیں تم بھی کافر بن جاؤ اور اس طرح تم دونوں برابر ہو جاؤ۔

یہ حقائق کسی [illegible] نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ احکام [illegible]

...وط انتخاب" کی رو سے منتخب ہوئے تھے اور کیا مدینہ کی پارلیمان (مجلس شورے) میں غیر مسلم بھی شریک ہوا کرتے تھے؟ ...
...سلامی حکومت میں غیر مسلموں کی پوزیشن کو اس قدر واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے جن کے لئے کسی تشریح و تفسیر کی بھی ضرورت ...
...ہتی۔ اس نے کہا ہے کہ ان غیر مسلموں کی جان، مال، عزت، عصمت، حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں تک کی حفاظت مسلمانوں کے ...
...ہے، وہ ہر قسم کے نیک سلوک اور عمدہ برتاؤ کے مستحق ہیں۔ نوع انسانی کے افراد ہونے کی جہت سے، ان کی پرورش اور نشوونما ...
...عاشرہ کا فریضہ ہے۔ وہ ان تمام حقوق کے حقدار ہیں جو اسلام کی رو سے ایک انسان کو حاصل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ...
...دیا کہ چونکہ تمہارا نظام مملکت ایک مخصوص آئیڈیالوجی پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ لوگ جو اس آئیڈیالوجی پر یقین نہیں رکھتے، اس نظام ...
...ل پرزے نہیں بن سکتے۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ

مسلمانو! ایسا ہرگز نہ کرو کہ اپنوں کے سوا کسی اور کو اپنا ہمراز اور معتمد بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ جس بات سے تمہیں نقصان پہنچے وہی انہیں اچھی لگتی ہے۔ ان کے بعض منصوبے تو ان کے منہ سے ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن جو کچھ ان کے دل میں چھپا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہم نے تم سے واضح طور پر بات کہدی ہے بشرطیکہ تم عقل و فکر سے کام لو۔

تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم ان سے دوستی جگاتے پھرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمہیں ایک لمحہ کے لئے بھی دوست نہیں رکھتے۔ تم (اللہ کی طرف سے جتنی کتابیں بھی نازل ہوتی رہی ہیں) ان سب پر ایمان رکھتے ہو (اس لئے لامحالہ تمہارے دل میں ان کی کتابوں کا بھی احترام ہے) لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ یہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ان باتوں کو مانتے ہیں لیکن جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف جوش غضب میں اپنی انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ (اے رسولؐ تم ان سے) کہدو کہ تم جوش غضب میں اپنی انگلیاں ہی کیوں کاٹتے ہو۔ جاؤ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔ اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو انسانوں کے سینے میں چھپا ہے۔

اگر کوئی بات ایسی ہو جائے جو تمہارے بھلے کی ہو تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے تو بہت ہی خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم اپنے پروگرام پر مستقل مزاجی سے جمے رہے اور قوانین خداوندی کی نگہداشت کی تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ خدا (کا قانون مکافات) ان کے تمام اعمال کو محیط ہے۔ (3:117-119)

اور آگے بڑھئے، سورۂ مجادلہ میں ہے۔

جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، تم کبھی نہ دیکھو گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوست داری کے تعلقات رکھیں جو اللہ اور رسول کے خلاف ہوں، خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں..... (55:22)۔

سورۂ ممتحنہ میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ

تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے رفقائے کار کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے (برملا) کہدیا تھا کہ ہم تم سے اور جن کی تم خدا کے سوائے عبودیت اختیار کئے ہوئے ہو۔ ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ تعلقات سے انکار کرتے ہیں۔ تمہارے اور ہمارے درمیان عداوت اور نفرت ہمیشہ کھلی کھلی رہے گی۔ تاآنکہ تم بھی (ہماری طرح) خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ (60:4)۔

اور اس کے بعد پھر تاکید ہے کہ

اے مسلمانو! تم ان لوگوں کو کبھی اپنے دوست نہ بنانا جو غضب خداوندی کے مستحق ہیں (60:13)۔

...ن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان لوگوں سے دوستداری کے تعلقات رکھنے سے کیوں منع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ

...ا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منهم اولیاء ... (4:89)

...ہتے ہیں کہ جس طرح یہ خود کافر ہوئے ہیں تم بھی کافر بن جاؤ اور اس طرح تم دونوں برابر ہو جاؤ۔

یہ حقائق کسی [illegible] نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ احکام صرف [illegible] [illegible]

متعلق ہے یا ہمارے دور کے غیر مسلموں پر بھی ان کا اطلاق ہوتا ہے؟ بلکہ اب تو یہ کہنا چاہئے کہ کیا یہ احکام صرف تحریک پاکستان
زمانے تک ہی محدود تھے (کیونکہ اس زمانہ میں انہی جداگانہ احکام کو جداگانہ قومیت اور جداگانہ انتخاب کے حق میں بطور دلیل پیش کیا
تھا) یا تشکیل پاکستان کے بعد بھی ان کا نفاذ باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ جو شخص ان احکام کو خدا کے احکام سمجھتا ہے' وہ کبھی نہیں کہہ سکتا
صرف اس زمانے سے متعلق تھے' اب منسوخ ہو چکے ہیں۔ یا غیر مسلموں کی جس ذہنیت کا قرآن نے ذکر کیا ہے' وہ اسی زمانہ تک
لوگوں تک محدود تھے۔ ہمارے زمانہ کے غیر مسلموں کی ایسی ذہنیت نہیں۔ وہ تو یقیناً یہی کہے گا کہ

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسداللہی' وہی مرحبی وہی عنتری

لذا جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس تبدیلی کے کیا معنی کہ تحریک پاکستان کے دوران تو مسلموں اور غیر مسلموں کا مخلوط انتخاب' اسلام
علیم کے یکسر خلاف تھا اور آج وہی انتخاب عین مطابق دین ہے؟۔

"یاد رکھئے! قرآن کی رو سے ایک اسلامی حکومت میں مخلوط انتخاب تو ایک طرف' غیر مسلموں کو اسلامی دستور و قوانین کی مجلس
وری میں بھی شریک نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی انہیں کسی ایسے کلیدی مقام پر رکھا جا سکتا ہے جہاں وہ اس نظام کے ہمراز و معتمد بن جائیں
قرآن کا کھلا کھلا فیصلہ ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہم اس مقام پر اس حقیقت کو ایک بار پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ
سے نہ غیر مسلموں کی کوئی توہین مقصود ہے۔ نہ کوئی تنقیص۔ اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جب کوئی مملکت آئیڈیالوجی کی
دوں پر متشکل ہو گی تو لامحالہ اس کی پوزیشن یہی ہو گی کہ اس کے آئین و قوانین سازی کے امور میں ایسے لوگ شریک نہیں
ں گے جو اس آئیڈیالوجی پر یقین نہیں رکھیں گے۔ اور نہ ہی ان کا ان لوگوں کے انتخاب اور تعین میں کوئی ہاتھ ہو گا جو ان امور کو
نجام دیں گے۔ قرآن نے **امرھم شوریٰ بینھم** میں **بینھم** کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ ایسی مملکت کے امور ان لوگوں کے
مشوروں سے طے پائیں گے۔ کوئی غیر اس میں شریک نہیں ہو سکے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں' ہماری مجلس آئین ساز کے لئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ اگر اس کے ارکان:
کستان کے لئے ایسا دستور مرتب کرنا چاہتے ہیں' جو فی الواقع' اسلامی ہو تو انہیں غیر مسلموں کی اس پوزیشن کو دستور میں واضح اور
کرنا ہو گا۔ لیکن اگر ان کے مصالح یا قلبی میلانات و عواطف' یا اس قسم کے غلط خیالات (جو محض کمزوری پر مبنی ہوتے ہیں) کہ یہ تو
نظری ہے' اس سے ہندو ناراض ہو جائیں گے اور دنیا کیا کہے گی' انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتے' تو انہیں اس کا اعلان کر
ہئے کہ ہمارا آئین دنیا کی دوسری قوموں کے آئین و دساتیر جیسا ہو گا' اسلامی نہیں ہو گا۔ لیکن اگر انہوں نے اپنی موجودہ روش کو
اکہ اٹھتے بیٹھتے' اسلامی دستور کے الفاظ بھی رٹتے رہے' اپنی تقریروں اور تحریروں کو قرآن کی آیات اور رسولؐ اللہ کی احادیث سے
کرتے رہے' لیکن دستور میں مخلوط انتخاب جیسے غیر اسلامی تصورات کو ٹھونس دیا گیا تو ہم واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ان
ش زیادہ عرصہ تک چل نہیں سکے گی۔ اس لئے کہ یہ باتیں کوئی جزئی اور فروعی نہیں کہ جن کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ خیر! ہم
اس انتہائی منزل تک جا پہنچیں گے۔ یہ بنیادی اور اصولی مسائل ہیں جن میں کسی صورت میں بھی مفاہمت (Compromise)
کتی۔ یہی (متحدہ قومیت کا) وہ سوال تھا' جس کے ضمن میں اس حکیم الامتؒ نے جس نے قوم کو پاکستان کا تصور دیا تھا' حسین احمد
ملا کہہ دیا تھا۔

لام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا"۔
یہ سمجھیں کہ آپ اسلام کے اصولوں سے انحراف کے باوجود جس دستور کو اسلامی کہہ کر مرتب کریں گے' قوم اسے اسلامی
آنکھوں سے لگا لے گی' تو یہ آپ کی بھول ہے ایسے مقام پر اقبالؒ کی ہمنوائی میں یہ کہنے والے اب بھی موجود

غلامم جز رضائے تو نجویم!!
جز آں راہے کہ فرمودی نپویم
ولیکن گر بہ ایں ناداں بگوئی!!
خرے را اسپ تازی گو' نگویم

○○○○○○

ٹ:- یاد رہے کہ یہ مضمون 1955ء میں ہفتہ وار طلوع اسلام کی اشاعت بابت 19 نومبر میں شائع ہوا تھا۔ اس میں بیان کردہ حقائق کو بنظر دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآنی صداقتیں زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہیں۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں' لا الہ الا اللہ

ال یہ ہے کہ "اگر ہم اپنا وہ اسلامی تشخص برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو ہماری مملکت کا وجہ جواز تھا تو ہمیں ہمیشہ کے لئے یہ طے کرنا ے گا کہ "جداگانہ انتخابات" اس مملکت کی بنیادی اساس ہے۔ اس سے انحراف مملکت کے خلاف بغاوت تصور کیا جائے گا اور اس طرح لوگوں کی سازشوں کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کر دیا جائے جو اس نظریاتی مملکت کے اسلامی تشخص کو مٹانے اور اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے ے درپے رہتے ہیں۔

اگر ایسا نہ کیا گیا تو مخلوط انتخابات کا ابلیسی اژدھا ہمارے مشرقی بازو کو تو نگل ہی چکا ہے' باقی ماندہ پاکستان کا وجود بھی مستقل خطرے میں ہے گا۔ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اس مضمون میں "ہندو" کی جگہ "غیر مسلم اقلیتیں" پڑھ لیا جائے تو بات مزید واضح ہو جائے گی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۲۵ سالہ تجربہ کار

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ
کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
◢ ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۳۸ ۲۴۲۷۵۳۷-۲۴۳۱۰۴۵
فیکس نمبر :- ٹیلیکس ۲۱۰۴۳۱ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر سید عبدالودود

محترم جناب چیف اگزیکٹو پاکستان

السلام علیکم۔۔

آپ کی حکومت کے قیام کے بعد پاکستانی عوام کے حوصلے بلند ہوئے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اب بدقماش لٹیروں اور عوام کا خون چوسنے والوں کی حکومتیں ختم ہو چکی ہیں اور یہ کہ اب اسلامی نظام مملکت کے قیام کے روشن امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ بے شک ملک کے بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے آپ جو اقدام سامنے لائے ہیں ان کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن یہ آواز ابھی تک سننے میں نہیں آئی کہ اسلامی نظام مملکت ہی ہمارے پیچیدہ مرض کا علاج ہے۔ میں بذریعہ ماہنامہ طلوع اسلام (English Section) پانچ ماہ میں پانچ کھلے خطوط (Open Letters) آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں اور اس کے علاوہ کتابیں اور پمفلٹس بھی براہ راست بذریعہ ڈاک ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ میں اپنے خطوط میں مفصل بیان کر چکا ہوں کہ اسلامی نظام مملکت کی بنیادی ضروریات کیا ہیں اور بتا چکا ہوں کہ اسلامی نظام مملکت سے کیا مراد ہے؟ اس بات پر بھی زور دے چکا ہوں کہ قرآن کریم کی عطا کردہ مستقل اقدار، قوانین اور احکام پر عمل کے سوا کوئی دوسرا راستہ ہمارے سامنے نہیں جس پر چل کر ہم اپنی موجودہ مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ آج ہمارے ملک کے اخبارات بھی بار بار پکار رہے ہیں کہ مرض کی تشخیص تو ہو چکی لیکن اس کا علاج ابھی تک سامنے نہیں آیا۔

چنانچہ میں پھر آپ کے سامنے بہ آواز بلند حاضر ہوں کہ ہماری موجودہ مشکلات کا حل صرف قرآن کریم کے عطا کردہ نظام مملکت میں موجود ہے۔ اس کے سوا اور کہیں نہیں۔

سب سے پہلے اس بات پر غور فرمایئے کہ مملکت پاکستان میں ہماری تمام موجود مصیبتوں کی جڑ People's Sovereignty عوام کا اقتدار اعلیٰ ہے جبکہ ازروئے قرآن حکومت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ **ان الحکم الا للّٰہ** (12:16) "اور اللہ تعالیٰ اپنے حق حکومت میں کسی کو حصہ دار نہیں بناتا **ولا یشرک فی حکمہ احدا** (18:26) "اللہ کی حکومت میں کسی کو حصہ دار بنانا شرک ہے"۔ کسی انسان کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے احکام کی بجائے میرے احکام کی اطاعت کرو۔ (3:78)۔ ایک نبی کو اللہ کی طرف سے کتاب ملتی ہے اور وہ اس کتاب کو امت تک پہنچاتا ہے جو اس کتاب کی وارث قرار پاتی ہے۔ (35:32)

اب دیکھئے کہ پاکستان انگریز کی حکومت کے دوران معرض وجود میں آیا۔ انگریز کی حکومت ایک سیکولر حکومت تھی۔ چنانچہ اس وقت عملی طور پر صرف یہی ممکن تھا کہ اپنے حقوق کو ووٹ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا۔ اللہ کے فضل سے اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک ایسا قابل اور بے مثل وکیل مل گیا جس نے حصول پاکستان کا بے مثل کارنامہ سرانجام دیا۔

اب اس کے بعد اس بات پر غور فرمایئے کہ قائداعظم کو اس وقت کامیابی کیونکر حاصل ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ کامیابی ووٹ کے ذریعے حاصل ہوئی۔ قائداعظم ہمیشہ انگریزی زبان میں بات کرتے تھے ان کے خطابات سب انگریزی زبان میں ہوتے

تھے۔ جنہیں چند پڑھے لکھے لوگوں کے سوا کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ انگریزی عام لوگوں کی زبان نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود عوام الناس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ قائداعظم کی ساری تگ و دو نئے ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ عوام الناس کو جو پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ دیا گیا تھا وہ اپنا کام کر گیا۔ بالفاظ دیگر کامیابی کا راز لا الہ الا اللہ کے نعرہ میں تھا' جس نے پورا وزن قائداعظم کے پلڑے میں ڈال دیا۔

اب اس کے بعد نیا مرحلہ سامنے آیا۔ مملکت پاکستان کی کامیابی کا راز اسی میں تھا کہ یہاں حکومت کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر رکھی جاتی۔ لا الہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ Subservienee is due to Allah Alone "یعنی اللہ کی کتاب کے مطابق حکومت کا قیام" لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ اس نوزائیدہ ملک میں سیکولر نظام قائم کر دیا گیا۔ یعنی وہ نظام جس میں اللہ کے اقتدار اعلیٰ کی بجائے اقتدار' عوام الناس کو حاصل ہوتا ہے' جن میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو قرآن کی ideology کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس بد عملی اور بدبختی کا نتیجہ آج سب کے سامنے ہے۔ یہ کہ اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آگیا جو قرآن کی تعلیم کی بجائے صرف حصول زر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس وقت کوئی ایسا قانون موجود نہیں جو ان بدکاروں کا سدراہ بن سکے۔ مزید برانکہ ایک ایسا بینکنگ سسٹم رائج کر دیا گیا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ سسٹم غیر مسلم مملکتوں کے اقتصادی نظام کے شکنجے میں جکڑ چکا ہے۔ چنانچہ اب نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ ہے۔

اب اس کے بعد حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یہاں دہریہ قسم کے پڑھے لکھے نوجوانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کی بجائے سیکولر نظام کو برقرار رکھا جائے کیونکہ قائداعظم کا مدعا یہی تھا اور اس کی سپورٹ میں وہ بار بار قائداعظم کی 11 اگست 1948ء کی تقریر کو پیش کرتے ہیں۔ اس گروہ کا سرغنہ محمد منیر ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان ہے۔

1979ء میں ان کی کتاب From Jinnah To Zia شائع ہوئی تھی۔ جسٹس منیر نے اپنے دعاوی کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا۔

(1) قائداعظم سیکولر ڈیموکریٹک مملکت چاہتے تھے۔ (ص 32)۔

(2) پاکستان میں ایک مذہبی مملکت کا خیال نہ علامہ اقبال کے ذہن میں تھا نہ قائداعظم کے۔ (ص 34)۔

(3) اسلامی مملکت کا تصور قائداعظم کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ مارچ 1941 کو لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد کی شکل میں اسمبلی میں پیش کیا۔ انہوں نے قرارداد مقاصد کو قائداعظم کی زندگی میں اس لئے پیش نہ کیا کہ وہ جانتے تھے کہ وہ اس کی سخت مخالفت کریں گے۔ اس دعوے کی دلیل میں چیف جسٹس (ر) منیر نے دو دلائل پیش کئے۔

1- قائداعظم بار بار کہتے تھے کہ پاکستان میں تھیاکریسی نہیں ہو گی۔ (ص 30' 32' 35)

2- انہوں نے اپنی 11 اگست 1947ء کی تقریر میں واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کی مملکت سیکولر ہو گی۔ (ص 30)۔

اب جسٹس منیر کے ذہن کا فتور ملاحظہ فرمائیے' وہ کہتے ہیں کہ قائداعظم تھیاکریسی نہیں چاہتے تھے بلکہ اس کی جگہ Secular نظام چاہتے تھے حالانکہ وہ تھیاکریسی کے بھی اتنے خلاف تھے جتنا کہ سیکولر نظام کے۔ تھیاکریسی کے متعلق قائداعظم نے اپنی تقاریر بحیثیت گورنر جنرل ص 65 میں فرمایا "تھیاکریسی وہ نظام حکومت ہوتا ہے جس میں اقتدار مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے کہ وہ بزعم خویش خدائی مشن پورا کریں۔ قائداعظم اس طرز حکومت کے خلاف اس لئے تھے کہ یہ قرآن کے خلاف تھا۔

دوسری طرف قائداعظم اپنی تحریک کے دوران سیکولر حکومت کے خلاف اور اسلامی حکومت کے حق میں بار بار پکارتے چلے جا رہے تھے چنانچہ عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبا کو 1941ء میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا "اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور

وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً" نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے"۔

قرآن کریم کی عظمت اور جامعیت کو قائداعظم پوری تحریک پاکستان کے دوران دہراتے رہے۔ مثلاً اپریل 1942ء میں جب صوبہ سرحد کی مسلم فیڈریشن کے طالب علموں نے آپ سے ایک پیغام کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا۔ "تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تم کو کوئی پیغام دوں۔ میں تمہیں کیا پیغام دوں جبکہ ہمارے پاس پہلے ہی ایک عظیم پیغام موجود ہے' جو ہماری رہنمائی اور بصیرت افروزی کے لئے کافی ہے' وہ پیغام ہے خدا کی کتاب عظیم' قرآن کریم (تقاریر جلد اول 516)- چنانچہ اس بات کے ثبوت میں کہ قائداعظم پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے' ایک نہیں' دو نہیں بلکہ بے شمار شواہد موجود ہیں۔ لیکن پاکستان میں اسلامی نظام اس لئے قائم نہ ہو سکا کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ان کی موت کے بعد امت خرافات میں کھو گئی۔

سیکولر نظام کے حامیوں کے پاس صرف قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا سہارا ہے' جس پر جسٹس منیر نے بھی اپنے دعوے کی بنیاد رکھی تھی اور ہمارے آج کے اخبار نویس بھی اسے بار بار اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ 11 اگست 1947ء کے وقت ملک کے حالات کیا تھے؟ ہندوستان میں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ ان وحشی درندوں نے نہتے قافلوں کو قتل اور غارت گری کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ ہزاروں نوجوان لڑکیوں کو چھین کر لے گئے تھے اور معصوم بچوں کو نیزوں کی انیوں پر اچھالا جا رہا تھا۔ اس کے نتیجہ میں پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کے دل میں یہ وساوس موجود تھے کہ یہاں ان کے مال و جان خطرے میں ہیں چنانچہ جن حالات سے ملک اس وقت گذر رہا تھا اور عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ مملکت پر آن پڑا تھا اس سے اس کے سربراہ کا متاثر ہونا کوئی غیر فطری عمل نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے 11 اگست 47ء کی تقریر میں غیر مسلموں کو یقین دلایا کہ ان کو یہاں اسی قسم کی حفاظت ملے گی جیسی کہ مسلمانوں کو۔ لیکن قائداعظم اپنے معمول کے خلاف شدت جذبات میں الفاظ کے استعمال میں کماحقہ احتیاط نہ برت سکے۔ لیکن ان الفاظ سے یہ مستنبط کرنا کہ جس نظریہ کی رو سے انہوں نے دس سال تک ہندو اور انگریز سے جنگ کر کے پاکستان حاصل کیا تھا وہ اسے پہلے ہی دن نظر آتش کر دیں گے۔ بڑی زیادتی ہے۔ کوئی ہوشمند انسان اسے باور نہیں کرے گا۔

11 اگست 47ء کی تقریر کا سہارا لینے والے لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ تقریر قائداعظم کی زندگی کی آخری تقریر نہیں تھی۔ اس کی سند ان کی آخری تقریر ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فروری 1948ء میں اہل امریکہ کے نام جو پیغام براڈ کاسٹ کیا تھا اس میں کہا گیا تھا:

"مملکت پاکستان جو دس کروڑ مسلمانوں کے حسین نصب العین کا ایک حد تک حصول ہے۔ 15 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آگئی تھی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامک سٹیٹ اور تمام دنیا کی مملکتوں میں پانچویں درجہ پر ہے۔ (تقاریر بحیثیت گورنر جنرل ص 63)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ راہ گمشدہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر ان کے اس غلط مفروضہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ قائداعظم پاکستان میں سیکولر نظام قائم کرنا چاہتے تھے تو اس مفروضہ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قائداعظم کو آخری اتھارٹی تسلیم کر لیا جائے لیکن **ان الحکم الا للہ**۔ آخری اتھارٹی تو اللہ کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا یہ بے مغز لوگ قائداعظم کو اللہ کے مقابلے میں کھڑا کرنا چاہتے ہیں؟

اب جناب جنرل پرویز مشرف کی حکومت کی کامیابی کا راز اس میں ہے کہ وہ قرآن کریم کا سہارا لے کر پاکستان میں اسلامی نظام مملکت کے قیام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کے بغیر ان کی حکومت کی داستان ایوب، یحییٰ، بھٹو اور ضیاء الحق کی حکومتوں کی طرح داستان پارینہ بن کر رہ جائے گی۔ ابھی تک جنرل صاحب سیکولر نظام میں پیوند لگا کر اسے درست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن جب تک People's Sovereignty قائم ہے اور اس کے تحت ووٹر ان الحکم الا للّٰہ کے خلاف اپنے پراگندہ ذہن کے مطابق ووٹ کا حق استعمال کرتے رہیں گے، مرض بڑھتا رہے گی اور قوم قعر مذلت میں غرق ہوتی جائے گی۔

اب اس کے بعد قابل غور بات یہ ہے کہ پاکستان میں نظام مملکت کس طرز کا ہونا چاہئے۔ پارلیمانی نظام یا صدارتی نظام؟

پارلیمانی نظام جس میں (Sovereignty) اقتدار اعلیٰ (People's) عوام الناس کو حاصل ہوتا ہے اور جس میں ووٹ دینے والے بلاخوف و خطر جس طرح بھی چاہیں اور جس کے لئے بھی چاہیں استعمال کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے آچکا ہے۔ ملک جس بے کسی کی حالت میں ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ موجودہ صدارتی نظام بھی اسی طرح غلط ہے جس طرح پارلیمانی نظام۔

اسلامی نظام مملکت (Centralisation) مرکزیت کا متقاضی ہے لیکن صدارتی نظام مملکت میں بھی اس وقت تک یہ ناممکن ہے جب تک سربراہ مملکت موجودہ سیکولر نظام کے تحت منتخب ہوتا رہے گا۔ صدر ایوب، وزیراعظم بھٹو، جنرل ضیاء الحق وغیرہ کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے کہ مرکزیت (Centeralisation) کا تصور قرآن کریم نے پیش کیا ہے، وہ کیا ہے؟ سب سے پہلے اسلامی نظام مملکت جو حضور نبی اکرمؐ نے قائم کیا تھا۔ اس کا خاکہ پیش خدمت ہے۔

اسلامی نظام مملکت

اسلامی نظام مملکت میں اتھارٹی صرف قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم نظام مملکت میں مرکزی اتھارٹی پر زور دیتا ہے کیونکہ اس کے بغیر **ان الحکم الا للّٰہ** کو عملی شکل نہیں دی جا سکتی چنانچہ سب سے پہلے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حکومت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کے علاوہ کسی انسان کو نہیں حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی نہیں۔ چنانچہ اسلامی مملکت کے سربراہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق حکومت قائم کرے۔

ان الحکم الا للّٰہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○ (12:40)

"یاد رکھو! اختیارات اور اقتدارات کا واحد مالک اللہ ہے اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی حکومت اور اطاعت اختیار نہ کی جائے۔ یہ ہے زندگی کا محکم اور استوار نقشہ۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے"۔ پھر کہا۔ **ولا یشرک فی حکمہ احدا** ○ (18:26)۔ "وہ اپنے اقتدار میں کسی کو حصہ دار بھی نہیں بناتا"۔

بنی نوع انسان کی ذاتی اور اجتماعی رہنمائی کے لئے اور انسان کی عقل کو ٹھیک سمت پر رکھنے کے لئے اور اس کے بعد یہ واضح کرنے کے لئے کہ اللہ کے نزدیک کیا چیز قابل قبول ہے اور کیا نہیں۔ اس نے انسان کو ایک مکمل اور غیر متبدل ضابطہ حیات قرآن کی شکل میں عطا فرمایا ہے تاکہ وہ ایسی خوشنما زندگی گزار سکے جو ہر قسم کی محکومی سے پاک ہو۔

و ھذ کتاب انزلنہ مبرک فاتبعوہ واتقو العلکم ترحمون ○ (6:155)۔

"یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے برکت کے لئے بھیجا ہے پس اس کا اتباع کرو اور قانون خداوندی کا احترام کرو تاکہ تم اللہ کی رحمت کے حصول کے حقدار بن جاؤ۔ چنانچہ اللہ کی اطاعت کے معنی اللہ کی کتاب کی اطاعت ہے۔"

نوٹ: (یاد رہے کہ برکت کے لفظ میں Expansion پھیلاؤ اور استحکام دونوں شامل ہیں۔

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتب مفصلا (6:114)۔

ہے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا حاکم تسلیم کروں جبکہ اس نے ایک مکمل کتاب نازل کر دی ہے"۔

اسی کتاب کا اتباع کرو نہ کہ ان لوگوں کا جنہیں تم اپنے دوست اور محافظ سمجھتے ہو۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء قلیلا ما تذکرون ○ (7:3)-

"جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے بذریعہ وحی اترا ہے اسی کا اتباع کرو اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جن کو تم اللہ کے سوا اپنے دوست اور محافظ خیال کرتے ہو۔ زندگی کا یہ راستہ صاف ہے لیکن لوگ اسے مکمل طور پر اختیار نہیں کرتے"۔

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے بڑے اور سردار ان کو نقصان اور مشکلات سے بچا سکتے ہیں وہ اس کا برعکس نتیجہ سامنے دیکھیں گے۔

وقالو ربنا انا اطعنا سادتنا و کبرائنا فاضلونا السبیلا ○ ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا ○ (33:67-68)-

"اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی ہے اور انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت بھیج"۔

حضور نبی اکرمؐ کے فرائض

اب اس کے بعد غور فرمایئے کہ حضور نبی اکرمؐ کے فرائض دو قسم کے تھے۔ (1) آپ کی ایک حیثیت اللہ کا پیام بر ہونے کی تھی یعنی اللہ کے احکام کو بنی نوع انسان تک پہنچانا۔ اور دوسری حیثیت بطور امام یا لیڈر تھی۔ امت کے لئے ان دونوں حیثیتوں کے تابع رہنا لازم تھا۔ بطور لیڈر حضورؐ امن اور جنگ کے زمانے میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے' لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔

اللہ کا پیغام بر ہونے کی حیثیت سے حضورؐ کو بذات خود اکیلے کام کرنا پڑتا تھا۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته...... (5:67)-

"اے رسول! جو پیغام تمہیں دیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچاؤ' اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے مشن کو سرانجام نہ دے سکو گے"۔

دوسری جانب بہ حیثیت امام (لیڈر) کے آپ کو مشاورت کا حکم دیا گیا۔

شاورھم فی الامر .....(3:159)-

"اے اللہ کے رسول! روزمرہ معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو"۔

حضورؐ کی لیڈر شپ' حضور کے جانشینوں میں

حضورؐ کو بتایا گیا کہ یہ جو لیڈرشپ آپ کو عطا ہوئی ہے وہ آپ کے زندہ جانشینوں میں ہمیشہ قائم رہے گی۔ چنانچہ قرآن کریم کے تمام احکامات صرف حضورؐ کی زندگی تک کے لئے نہیں ہیں' یہ ان جانشینوں کے لئے بھی ہیں جو حضورؐ کی زندگی کے بعد ان کے Office کو سنبھالیں گے۔

رسولؐ کی اطاعت کے معنی اللہ کی اطاعت ہے

من یطع الرسول فقد اطاع الله (4:80)-

"جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔"

اللہ اور رسولؐ کے الفاظ سے کیا مراد ہے؟

اب یہ قابل ذکر بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں نظام مملکت کا ذکر آیا ہے۔ وہاں "اللہ اور رسولؐ" کے لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

یایھا الذین امنوا اطیعو الله ورسوله ولا تولوا عنه وانتم تسمعون ○ (8:20)-

"اے مومنین! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ موڑو جب تم اسے بولتے وقت سن رہے ہو"۔

اس آیت میں عنہ کا لفظ منفرد ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ "اللہ اور رسول" کے الفاظ کے معنی مرکزی اتھارٹی ہے۔ ورنہ یہاں لفظ "عنھم" استعمال ہوتا اور پھر "انتم تسمعون" (جب تم سن رہے ہو) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ آمنے سامنے اطاعت کے متعلق ہے۔ درحقیقت عربی زبان میں اطاعت کے معنی کسی زندہ ہستی کی اطاعت ہی ہے۔

یایھا الذین امنو ستجیبو اللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم.... (8:24)۔

"اے جماعت مومنین! اللہ اور رسولؐ کے حکم پر عمل کرو جب وہ تمہیں زندگی بخش معاملات کی طرف پکارے"۔

یہاں پھر لفظ دعا کا صیغہ واحد ہے اور اللہ اور رسولؐ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ حکم حضور نبیؐ اکرم کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ حضورؐ کے جانشینوں کے لئے بھی ہے۔

(3) جس دن جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی حضورؐ نے اپنے مجاہدوں کو دشمن کے تعاقب کا حکم دیا تھا۔ آپ کا یہ حکم بطور امام کے تھا۔ چنانچہ پھر یہاں "اللہ اور رسول" کا لفظ استعمال ہوا۔

الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح..... (3:171)۔

"وہ جنہوں نے زخمی ہونے کے بعد "اللہ اور رسول" کی آواز پر لبیک کہا"۔

(4) اسی طرح حج اکبر کے موقع پر مشرکین سے معاہدہ منسوخ کرنے کے موقع پر کہا گیا۔

واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الا کبر ان اللہ بریء من المشرکین ○ (9:3)۔

"حج اکبر کے موقع پر اجتماع سے اللہ اور رسولؐ کا اعلان کہ مشرکین سے معاہدہ کو منسوخ کیا جاتا ہے۔

(5) باغی اور ڈاکو جو اسلامی مملکت کے مرکز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے قرآن اسے "اللہ اور رسول" کے خلاف جنگ کا نام دیتا ہے۔

انما جزو الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا (5:33)۔

"جو لوگ اللہ اور رسول (مرکز ملت) کے خلاف لڑائی پر آمادہ ہوتے ہیں اور شرارت پھیلاتے ہیں ان کی سزا Execution پھانسی یا Crucifiction سولی پر چڑھانا ہے۔

مندرجہ بالا سزا جو باغیوں کے لئے تجویز کی گئی ہے یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ یہ رسولؐ کی زندگی تک محدود نہیں۔

اسی طرح قرآن کریم میں اور بیسیوں مواقع پر اللہ اور رسول کے الفاظ مرکز ملت کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

اسلامی مملکت کی مرکزی اتھارٹی کے لئے ضابطہ قوانین

قرآن کریم اجتماعی زندگی کے لئے بھی اسی طرح ضابطہ حیات مہیا کرتا ہے جس طرح کہ افراد کی زندگی کے متعلق۔ یہ ہر لحاظ اور ماحول کے لئے مکمل کتاب ہے۔ چنانچہ اس نے اسلامی مملکت کے مرکز کے لئے واضح ہدایات مہیا کی ہیں تاکہ وہ قرآنی احکام کے مطابق اپنی حکومت قائم کر سکے۔

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک اللہ..... (4:105)۔

"ہم نے تمہارے پاس ایک سچی کتاب بھیج دی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کی ہدایت کے مطابق فیصلے کر سکو"۔

قرآن کے علاوہ کسی دوسری طرف سے ہدایت لینے سے سخت منع کر دیا گیا ہے۔

فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھو آئھم عما جاء ک من الحق.... (5:48)۔

"ان کے درمیان فیصلے اللہ کی طرف سے وحی کے مطابق کرو اور اس کے علاوہ ان خواہشات کا پیچھا نہ کرو جو تمہارے پاس حقیقت کے خلاف پہنچتی ہیں۔

مرکز ملت کو سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے کہ قرآنی ہدایات کے متعلق سست روی اختیار نہ کرے اور نہایت احتیاط کے ساتھ اس پر عمل کرے۔

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآء ھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک ....

-(5:49)

"وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ وحی کے ذریعے نازل کیا ہے اس پر عمل کرو اور بے فائدہ خواہشات کے پیچھے نہ جاؤ ہوشیار رہو تاکہ یہ تمہیں اللہ کی ہدایات سے غافل نہ کر دیں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ہدایت سے غافل ہو کر یہ خواہشات تمہارے لئے مصیبت پیدا کر دیں گی۔

قرآن اس کے بعد پھر بہ بانگ دھل اعلان کرتا ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولک ھم الفاسقون ○

-(5:50)

"اگر تم اللہ کی وحی کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو تم ایک مقرر شدہ Patern نمونہ کی خلاف ورزی کرتے ہو"۔

پھر (5:47) میں ان کو کافرون بھی کہا گیا ہے۔

مرکز ملت کی طرف امت مسلمہ کے فرائض

مسلم امتہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مرکز ملت کی اطاعت کرو۔

قل اطیعو اللہ و اطیعو الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل و علیکم ما حملتم وان تطیعوه تھتدوا وما علی الرسول الا البلغ المبین ○ (24:54)-

"کہو کہ اللہ اور رسول (مرکز ملت) کی اطاعت کرو اور اگر تم اس سے روگردانی کرو گے تو وہ اپنے فرائض کا ذمہ وار ہے اور تم اپنے فرائض کے۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو تم سیدھے راستے پر ہو گے۔ رسولؐ کی ذمہ واری تمہیں واضح پیغام پہنچانا ہے"۔

مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ مرکز ملت کے وفادار رہو اور اس سے بے وفائی نہ برتو۔۔۔

یایھا الذین امنو لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا امنتکم وانتم تعلمون ○ (8:27)-

"اے مومنین! تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس نظام خداوندی (خدا اور رسولؐ) سے کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ اور نہ ہی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرو جو تمہارے سپرد کی جائیں۔ مرکز ملت کی اطاعت تمہیں کامیابی مہیا کرتی ہے۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسوله لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ھم المفلحون ○ (24:51)-

"جو لوگ نظام کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ جب بھی انہیں اس مقصد کے لئے بلایا جائے کہ ان کے درمیان معاملات کا فیصلہ کیا جائے تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ ہم نے اس بلاوے کو سن لیا ہے اور ہم اس کی فرمانبرداری کے لئے تیار ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کی کھیتیاں بار آور ہونگی اور وہ کامیاب و کامران زندگی بسر کریں گے"۔

جو لوگ مرکز ملت کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں سب سے زیادہ دھتکارے ہوئے ہونگے۔

ان الذین یحادون اللہ و رسوله کبتوا کما کبت الذین من قبلھم .. (58:5)-

"وہ جو مرکز ملت کے حکم کی مخالفت کریں گے۔ خاک میں مل جائیں گے۔ جیسے کہ پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے"۔

مرکز ملت کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو گا۔

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ و رسوله امرا ان یکون لھم الخیرہ من امرھم.... (33:36)-

اے رسولؐ! انہیں یہ بھی بتا دو کہ جب کسی معاملہ میں خدا اور اس کے رسولؐ (نظام خداوندی) کوئی فیصلہ دے دے تو مومن مردوں اور عورتوں کو اس میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (4:65) انہیں بطیّب خاطر اس فیصلے کا پابند رہنا ہو گا۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ سیدھا راستہ چھوڑ کر بہت ہی غلط راستے پر پڑ جائے گا۔

اطاعت

قرآن کریم صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ والدین کے لئے بھی بالوالدین احسانا" (6:157) کا حکم ہے۔ یعنی ان کی بھلائی اور بہتری کے لئے حکم دیا گیا ہے نہ کہ ان کی اطاعت کے لئے۔ چنانچہ دینی معاملات میں انفرادی ہوں یا اجتماعی اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد قرآن کی اطاعت ہے اور اجتماعی طور پر اللہ کی اطاعت سے مراد مرکز ملت کی اطاعت ہے جب تک حضور نبیؐ اکرم بذات خود امت میں موجود تھے۔ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی پھر حضورؐ کی وفات کے بعد آپ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت (جو بطور (Custodian) امامت کبریٰ پر مقرر کئے گئے ہوں) بھی اللہ کی اطاعت ہے۔ نظام مشاورت کے قیام کے لئے ان کا انتخاب امتہ کریگی۔ اور ان کا فریضہ قرآن کے قوانین' احکام و مستقل اقدار کے تحت احکام جاری کرنے ہونگے۔ ان کا حکم آخری اور فیصلہ کن ہو گا اور جو کوئی ان کے حکم کی خلاف ورزی کریگا وہ اللہ اور رسولؐ کا دشمن تصور ہو گا۔ بدقسمتی سے امتہ اس نظام کو چھوڑ کر انتہائی پستی میں غرق ہو چکی ہے۔

آیت نمبر (5:59) میں اس نظام کا مکمل نقشہ بیان کر دیا گیا ہے' اس میں کہا گیا ہے کہ تم اس نظام کی پوری پوری حفاظت کرو جسے قوانین خداوندی نافذ کرنے کے لئے رسولؐ نے قائم کیا ہے اور اس نظام کے مرکز کے مقرر کردہ نمائندگان حکومت (افسران ماتحت) کی بھی اطاعت کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں اور ان افسران ماتحت میں کسی بھی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس کے لئے مرکز کی طرف رجوع کرو۔ یعنی افسران ماتحت کے فیصلے کے خلاف مرکزی اتھارٹی سے اپیل کرو۔ جو اس معاملے کا فیصلہ قوانین خداوندی کے مطابق کریگی۔ (42:10) مرکزی اتھارٹی کے فیصلہ کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہو سکتی۔ اس کا فیصلہ آخری ہو گا اور چونکہ وہ فیصلہ قانون خداوندی کے مطابق ہو گا جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس لئے اس فیصلے کو بطیب خاطر تسلیم کرو۔ اس کے خلاف دل میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ کرو (4:65)۔

یہ شہادت ہو گی اس بات کی کہ تم واقعی اللہ کے ضابطہ ہدایت اور قانون مکافات عمل اور حیات اخروی پر یقین رکھتے ہو۔ یہ روش نہایت عمدہ اور انجام کار معاشرہ کا صحیح صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہو گی۔

ہو سکتا ہے کہ آج کے پاکستانی حکمرانوں کے ڈنک سے متاثرہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آئے کہ مرکز کے مکمل کنٹرول میں خطرے کا امکان ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ امام وقت کے لئے قرآن کریم کے احکام' قوانین اور مستقل اقدار کی اطاعت لازمی ہو گی۔ اس کے فیصلے کسی خود ساختہ آئین کے مطابق نہ ہونگے۔

اگلا سوال یہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ "الدین" کا یہ نظام حضورؐ کی وفات کے بعد قائم رکھنا ضروری تھا لیکن ایسا کیوں نہ ہو سکا؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد اللہ کی اطاعت کو تو صحیح طور پر قرآن کی اطاعت سمجھا گیا لیکن رسولؐ کی اطاعت کے لئے احادیث وضع کر لی گئیں۔ حضورؐ کے زبانی کلام کو احادیث کہا گیا۔ ظاہر ہے کہ زبان سے بیان کئے گئے الفاظ اسی سانس کے ساتھ غائب ہو جاتے ہیں جن میں کہ وہ بیان کئے گئے ہوں۔ چنانچہ احادیث کے بے شمار مجموعے معرض وجود میں آگئے اور امت فرقوں میں بٹ گئی جس کی وجہ سے "الدین" کے نظام کی مرکزیت غائب ہو گئی۔ اب موجودہ بدترین صورت حال سے نکلنے کا ایک اور صرف ایک راستہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج رسالت قائم کی جائے۔

"الدین" کے نظام میں intellectuals کو اظہار خیال کی اجازت ہو گی لیکن فیصلہ صرف مرکز ملت کے اختیار میں ہو گا۔

Fitness (موزونیت)

قرآنی نظام مملکت میں مرکزی افسران کی (Fitness) موزونیت کے اصول۔

سربراہ مملکت' اس کی مجلس شوریٰ (کابینہ کے وزراء اور قانون ساز ارکان) نیز نچلے درجے کے کارکن جن کا تعلق

حکومت کی مشینری سے ہو مندرجہ ذیل شرائط کے پابند ہونگے۔
انہیں قرآن کریم کے اصولوں اور احکامات سے واقفیت ذہنی ہو گی۔ وہ اپنے مخصوص فرائض منصبی کی ادائیگی سے کماحقہ واقف ہوں گے۔ بالخصوص حالات حاضرہ سے۔ ایمانداری' راست بازی اور کردار کی پختگی ان کے واضح اوصاف ہونگے۔ سفلی جذبات اور ذاتی منافع خوری کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے اعلیٰ کارکردگی کی صلاحیت رکھتے ہونگے۔ عقل کی پختگی اور اچھی صحت کے مالک ہونگے۔
اگر کوئی شخص کسی وقت بھی ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو تو اسے معطل یا برخاست کیا جا سکے گا۔ انہی ذرائع سے' جن سے اس کا چناؤ یا تقرر عمل میں آیا تھا۔

غیر موزونیت (Unfitness)

کوئی انتظامی عہدہ دار جس کے اعمال حکم ربانی کے مخالف ہوں اس کے اختیارات چھین لئے جائیں گے۔
انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح.... (11:46)-
"وہ تم میں سے نہیں کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں"۔
بہرحال یہ واضح رہے کہ غیر موزونیت کی شرائط انتظامیہ کے صرف نچلے درجے تک محدود نہ ہوں گی۔ ان کا اطلاق اوپر سے نیچے تک سب درجوں پر اور حکومت کی ہر شاخ پر یکساں ہو گا۔ حتیٰ کہ سربراہ مملکت' ارکان پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) وزراء' سمیت سب پر۔ سب ہی مندرجہ بالا Fitness اور Unfitness کی شرائط کے پابند ہونگے۔

○ ○ ○ ○ ○

محترم قارئین! میری اوپر بیان کردہ گذارشات پر پھر ایک مرتبہ نظر دوڑایئے۔ مغرب کے پارلیمانی نظام کے دلدادہ بھٹو اور بے نظیر جیسے زیرک افراد ملک کا نظام مملکت سالہا سال تک سنبھال چکے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ قوم کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی مزید قعر مذلت میں ڈوبتی چلی گئی۔ خان ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق جیسے ڈکٹیٹر برسراقتدار آئے اور حالات کو ابتر سے ابتر کر کے چلے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ پارلیمانی نظام حکومت کا راستہ صاف اور سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت الیکشنوں میں وہی لٹیرے بدمعاش اور خود غرض لوگ حکومت کے ایوانوں میں Elect ہو کر آئیں گے جو پہلے آتے رہے ہیں۔ کوئی تجویز یا ترکیب' یا مروجہ نظام میں کوئی اصلاح ان بے غیرتوں کا راستہ نہیں روک سکتی۔
کسی وقت الیکشن کروا کر دیکھ لیجئے' آپ کا کوئی عمل ان بے غیرتوں کو دوبارہ منتخب ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اس مہلک مرض' اس کوڑھ کا علاج ایک اور صرف ایک ہے۔ پاکستان کے نظام مملکت میں اللہ کی Sovereignty **اقتدار اعلیٰ** کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے نظام میں **ان الحکم الا للہ** حکومت کا حق صرف اللہ کی کتاب کو ہوتا ہے۔ کوئی بے راہ روی اس میں بار۔۔۔ نہیں پا سکتی ہے۔ ایسا ناممکن ہے۔
جب پورے نظام مملکت کی گرفت اللہ کی کتاب کے ہاتھ میں ہو گی تو پاکستانی قوم کی ڈوبتی کشتی یقیناً ابھر کر کنارے جا لگے گی۔
آج ہر طرف بے حد شور و غل ہے۔ ہر پاکستانی سیاستدان چیف ایگزیکٹو آف پاکستان پر زور دے رہا ہے فوری الیکشن کروایئے۔ خود جنرل مشرف صاحب کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ جلد الیکشن کروا دیں گے۔ ہمارے تمام سیاستدانوں کے ذہن میں پارلیمانی الیکشن کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ جماعت اسلامی کے قاضی صاحب شعلہ جوالہ ہیں۔ جماعت کا نام بھی اسلامی ہے۔ جماعت کی تنظیم بھی بہتر ہے' لیکن دماغ میں جو عقل کا خانہ ہے اس میں تاریکی ہے۔ قاضی صاحب جمعہ کی چھٹی میں اسلام ڈھونڈ رہے ہیں۔ دوسرے ملا لوگ بھی فروعی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ قرآن کے نظام مملکت کا نقشہ کسی کے ذہن میں نہیں ہے۔
جناب چیف ایگزیکٹو صاحب۔ قرآنی نظام مملکت کی طرف لوٹئے۔ قرآن کے سوا دنیا کے کسی دیگر آئین کی طرف توجہ نہ دیجئے۔ آپ کے صرف اس ایک عمل سے آپ کا نام پاکستان کی تاریخ میں درخشاں رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اگر اس کے برعکس کسی دنیاوی نظام کی طرف رجوع کیا تو پھر وہی نتیجہ نکلے گا جو اس سے قبل ایسے اعمال کا نکل چکا ہے' جس کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا شہاب الدین ندوی

حدیث کی صحت جانچنے کا صحیح اصول

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ترجمان ماہنامہ الحق میں مولانا شہاب الدین ندوی صاحب کا ایک مضمون بعنوان "سورج کی موت اور قیامت" "قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں" قسط وار شائع ہو رہا ہے۔ پہلی دو اقساط "الحق" کے مارچ اور اپریل کے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس مضمون میں ندوی صاحب نے جدید علم فلکیات کے نظریات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھتے ہوئے حدیث کی صحت کو جانچنے سے متعلق بھی اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ حیران کن حد تک حدیث سے متعلق ان کا نقطہ نگاہ "طلوع اسلام" سے مشابہ ہے۔ مقام شکر ہے کہ

ع یہاں تک تو آئے یہاں تک تو پہنچے

ذیل میں ان کے مضمون میں سے متعلقہ اقتباس طلوع اسلام کے قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

"واضح رہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے "حسن غریب" کہا ہے جب کہ امام حاکمؒ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ مگر موجودہ دور میں کسی حدیث کی "صحت" جانچنے کا صحیح اصول یہ ہونا چاہئے کہ وہ عقلی اور علمی اعتبار سے یا تو قرآن سے ہم آہنگ ہو جائے یا قرآن اور جدید تحقیقات و انکشافات کے مطابق ہو جائے۔ چاہے اس کی روایتی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح بہت سی "ضعیف" حدیثیں بھی اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے صحیح ثابت ہو سکتی ہیں، جن میں تاریخی اعتبار سے کچھ خامی رہ گئی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک اصول خود احادیث ہی میں اس طرح موجود ہے: **اعرضوا حدیثی علی کتاب اللہ فان وافقه فهو منی وانا قلته** میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر وہ اس کی موافقت کر لے تو وہ میری بات ہے اور اسے میں نے کہا ہے۔ **ستکون عنی رواۃ یروون الحدیث، فاعرضوہ علی القرآن فان وافق القرآن فخذوها والا فدعوها:** عنقریب مجھ سے حدیث روایت کرنے والے راوی ہونگے۔ لہذا تم حدیث کو قرآن پر پیش کرو اگر قرآن اس کی موافقت کرے تو اسے قبول کر لو ورنہ چھوڑ دو۔

اس اعتبار سے بھی موجود دور میں حدیث شریف پر تحقیق کام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ موجودہ دور کے فتنوں کا صحیح جواب ہو سکے اور خاص کر آج کل جو لوگ حدیث نبوی پر بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں ان کا موثر طور پر رد ہو سکے۔

غرض موجودہ دور میں کسی راوی کی "ثقاہت" یا اس کا "ضعف" معلوم کرنے کا معیار بجائے روایت کے "درایت" ہونا چاہئے۔ یعنی حدیث پر علمی و عقلی نقطہ نظر سے بحث کر کے دیکھنا چاہئے کہ اس کی صحت و صداقت کتاب اللہ میں موجود معانی و مضامین کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ کام انتہائی دقت نظر اور بصیرت بینی کا طالب ہے۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ سے جو بھی قول یا عمل صادر ہوا ہے اور آپ نے جو بھی فیصلے کئے ہیں وہ حسب ذیل آیات کی رو سے قرآن ہی سے ماخوذ اور قرآن فہمی کے تابع ہیں: **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون** "اور ہم نے تیرے پاس (کتاب) تذکرہ بھیج دی ہے تاکہ تو لوگوں کے لئے ان باتوں کی وضاحت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر شبیر احمد ' (فلوریڈا) امریکہ

میں کرسچن کیوں نہیں ہوں؟
(2)

رحمتہ للعالمینؐ

نوعِ انسان را پیام آخریں
حامل او رحمتہ للعالمینؐ

(بنی نوعِ انسان کے لئے اللہ کا آخری پیغام قرآن اور اس کے حامل اور علمبردار فخر انسانیت نبیٔ کامل آقائے نامدار محمد مصطفیٰ رحمت للعالمین ﷺ)

اور صاحبو! میں اس لئے بھی کرسچن یا غیر مسلم نہیں ہوں کہ میں اس ہستی مقدسؐ کی رحمتوں' برکتوں اور عظمتوں کا ادنیٰ سا شعور رکھتا ہوں جن کے علم و حکمت' اخلاق حسنہ اور کمالات کے نزدیک تک تاریخ کا کوئی انسان پہنچتا نظر نہیں آتا۔ لیکن آج ہم سے نہیں مشرق و مغرب کے قدیم و جدید حکماء اور فلاسفروں سے سنئے۔ تاریخ کے وہ بڑے دماغ جو تعصب اور تنگ نظری سے بلند ہو کر حق بات کہہ گئے۔ مقام ادب ہے' ادب سے ملاحظہ فرمایئے۔

1- میں نے اس عظیم ہستی کا مطالعہ کیا ہے۔ حیران کن شخصیت! میری رائے میں محمدؐ کو انسانیت کا نجات دہندہ (Savior) ماننا چاہئے۔ (برنارڈشا) "دی جینوئن اسلام"

2- عظیم مفکر' بلند پایہ خطیب' پیغمبر' قانون ساز' سپہ سالار' تصورات اور عقائد کا فاتح' سچے نظریہ حیات کو قائم کرنے والا' باطل خداؤں اور صنم پرستی اور وہم و گمان کو مٹانے والا [illegible] (20) دنیاوی سلطنتوں کا بانی اور ان پر [illegible] بادشاہت کا نقیب۔ یہ ہے محمدؐ۔ انسانی عظ[illegible] پیمانے لا سکتے ہو لے آؤ اور پھر خود [illegible]

[illegible] سے بڑا انسان بھی کوئی گزرا ہے؟ (الیفونس [illegible] ڈی لاٹرکی"

3- محمدؐ کا پیغام فطرت کے دل سے براہ راست [illegible] کے مقابلے میں باقی جو کچھ ہے ہوا [illegible] کارلائل) "ہیروز اینڈ ہیرو شپ"

4- مذہبی شخصیات میں محمدؐ بلاشک کامیاب [illegible] (انسائیکلوپیڈیا۔ برٹانیکا)

5- محمدؐ رحم و کرم اور مہربانی کا پیکر تھے۔ [illegible] کے اثر کو محسوس کئے بغیر کوئی شخص رہ [illegible] انہیں بھول نہیں سکتا تھا۔ (دیوان چند شرما) [illegible] دی ایسٹ"

6- تاریخ عالم کی واحد ہستی جو مذہبی اور دنیاوی [illegible] حد انتہا تک کامیاب ہوئے۔ (مائکل ہارٹ [illegible]

7- تاریخ عالم کے عظیم ترین لیڈر محمدؐ تھے [illegible] میسرمین) پروفیسر شکاگو یونیورسٹی

8- محمدؐ کے اقوال مسلمانوں کے لئے [illegible] انسانوں کے لئے علم و حکمت کا خزانہ [illegible] گاندھی) تعارف ارشادات نبویؐ" سہروردی [illegible]

9- نسل انسانی پر محمدؐ کی قد آور ہستی [illegible] چھوڑے ہیں۔ (جان ولیم ڈریپر) "ہسٹری [illegible] ڈویلپمنٹ آف یورپ"

10- آپؐ کی عظمت دیکھئے جنہوں نے [illegible] اپنا مثالی طرز زندگی وہی رکھا۔ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] شبیر محمد (فلوریڈا) امریکہ

میں کرسچن کیوں نہیں ہوں؟
(2)

رحمتہ للعالمینؐ

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او رحمتہ للعالمینؐ

(بنی نوعِ انسان کے لئے اللہ کا آخری پیغام قرآن اور اس کے حامل اور علمبردار فخرِ انسانیت نبیؐ کامل آقائے نامدار محمد مصطفیٰ رحمت للعالمین ﷺ)

اور صاحبو! میں اس لئے بھی کرسچن یا غیر مسلم نہیں ہوں کہ میں اس ہستی مقدسؐ کی رحمتوں' برکتوں اور عظمتوں کا ادنیٰ سا شعور رکھتا ہوں جن کے علم و حکمت' اخلاق حسنہ اور کمالات کے نزدیک تک تاریخ کا کوئی انسان پہنچتا نظر نہیں آتا۔ لیکن آج ہم سے نہیں مشرق و مغرب کے قدیم و جدید حکماء اور فلاسفروں سے سنئے۔ تاریخ کے وہ بڑے دماغ جو تعصب اور تنگ نظری سے بلند ہو کر حق بات کہہ گئے۔ مقام ادب ہے' ادب سے ملاحظہ فرمایئے۔

1- میں نے اس عظیم ہستی کا مطالعہ کیا ہے۔ حیران کن شخصیت! میری رائے میں محمدؐ کو انسانیت کا نجات دہندہ (Savior) ماننا چاہیئے۔ (برنارڈشا) "دی جینوئن اسلام"

2- عظیم مفکر' بلند پایہ خطیب' پیغمبر' قانون ساز' سپہ سالار' تصورات اور عقائد کا فاتح' سچے نظریہ حیات کو قائم کرنے والا' باطل خداؤں اور صنم پرستی اور وہم و گمان کو مٹانے والا بیس (20) دنیاوی سلطنتوں کا بانی اور ان پر ایک آسمانی روحانی بادشاہت کا نقیب۔ یہ ہے محمدؐ۔ انسانی عظمت کو ناپنے کے جتنے پیمانے لا سکتے ہو لے آؤ اور پھر خود سے پوچھو کیا دنیا میں اس سے بڑا انسان بھی کوئی گزرا ہے؟ (ایلفونس لیمرٹین) "ہسٹوری ڈی لاٹرکی"

3- محمدؐ کا پیغام فطرت کے دل سے براہ راست آواز ہے۔ اس کے مقابلے میں باقی جو کچھ ہے ہوا سے ہلکا ہے۔ (تھامس کارلائل) "ہیروز اینڈ ہیرو شپ"

4- مذہبی شخصیات میں محمدؐ بلاشک کامیاب ترین شخصیت تھے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

5- محمدؐ رحم و کرم اور مہربانی کا پیکر تھے۔ ان کے مقدس وجود کے اثر کو محسوس کئے بغیر کوئی شخص رہ نہ سکتا تھا اور کبھی انہیں بھول نہیں سکتا تھا۔ (دیوان چند شرما) "پروفٹس آف دی ایسٹ"

6- تاریخ عالم کی واحد ہستی جو مذہبی اور دنیاوی دونوں سطحوں پر حد انتہا تک کامیاب ہوئے۔ (مائیکل ہارٹ) "دی 100"

7- تاریخ عالم کے عظیم ترین لیڈر محمدؐ تھے کوئی اور نہیں۔ (جولز میسرمین) پروفیسر شکاگو یونیورسٹی

8- محمدؐ کے اقوال مسلمانوں کے لئے ہی نہیں دنیا کے تمام انسانوں کے لئے علم و حکمت کا خزانہ ہیں۔ (موہن داس گاندھی) تعارف ارشادات نبوی" سہروردی

9- نسل انسانی پر محمدؐ کی قدآور ہستی نے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ (جان ولیم ڈریپر) "ہسٹری آف دی انٹلیکچول ڈویلپمنٹ آف یورپ"

10- آپؐ کی عظمت دیکھئے جنھوں نے ایک جہان کو بدل ڈالا لیکن اپنا مثالی طرز زندگی وہی رکھا۔ (آر۔ وی۔ سی بوڈلے)

...ں محمدؐ ایک قوم' ایک سلطنت اور ایک
...رنڈ سمتھ) "محمد اینڈ محمدن ازم"
...و شبہ اور ابہام سے پاک ہے اور قرآن
...ں شہادت ہے۔ (ایڈورڈ گبن) "ڈکلائن
...ں امپائر"

...لہ ایک انتہائی بلند اور مقدس مشن کے
...دائے واحد کے پیغمبر تھے اور انہیں یہ
...ی سانس تک ایک ایک لمحہ یاد رہی۔
...ر

...ی لشکروں کے۔ مذہبی مقدس تھے بغیر
...لہ ان کا کوئی باڈی گارڈ تھا' نہ محل دو
...ں کو یہ کہنے کا حق پہنچتا تھا کہ وہ خدائی
...تو وہ صرف محمدؐ تھے۔ (ریورنڈ سمتھ)

...ب کو مٹنے سے بچا لیا۔ (ڈینیسن)
...آف سویلائزیشن"
...ں کا منتہٰی اور کمال۔ محمدؐ! (پرنگل
...سوسائٹی ایٹ دی ٹائم آف محمد"
...لوگ ایک رشتے میں منسلک ہو گئے۔
...ں ایکلپس آف کریچینٹی ان اسلام"
...سے بڑا علمبردار۔۔۔ محمدؐ (ہٹی) "اے

...کے لئے برکات کا موجب ہے اور تاریکی
...ے خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ (ریورنڈ
...ر"

...ریک توہمات کو ختم کرنے والا' توحید اور
...ر دینے والا' ایمان کی بنا پر برادرانہ محبت'
...لوں سے احسان' شراب کی ممانعت۔ ...
...اصل کی کمی اور مذہب کو تعصب نہیں

ہوئی۔ (سر ولیم مور) "لائف آف محمد"

21- محمدؐ نے مذاہب کے ہر عقیدے کی اصلاح کر دی اور عربوں کو دنیا کی سب سے بڑی قوموں کے آگے کھڑا کر دیا۔ (ڈاکٹر مارکس ڈوڈز) "محمد بدھا اینڈ کرائسٹ"

22- محمدؐ دنیا میں خدا کی مرضی کے نفاذ و اشاعت کے سب سے بڑے ایگزیکٹو آفیسر تھے۔ دیگر انبیاء کی طرح وہ جانتے تھے کہ تمام نوع انسانی ایک دن ملت واحدہ بن کر رہے گی۔ ایک خدا کے ماتحت ایک حکومت۔ (سپالڈنگ) "سویلائزیشن ان ایسٹ اینڈ ویسٹ"

23- محمدؐ نے عالمگیر حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس کا قانون سب کے لئے ایک تھا۔ سب کے لئے یکساں عدل اور محبت۔ ایسے معاشرے اور انقلاب کی نظیر تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی۔ (جارج ریووری) "دی سیجز ڈی لااسلام"

24- ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات' باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔ (ریمنڈ لروج) "لائف ڈی محامٹ"

25- اسلام کی مساوات مسیحیوں کی مساوات کی طرح محض افسانہ نہیں۔ محمدؐ نے آزادی کا جو اعلان کیا وہ کسی انسان کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ (ڈاکٹر موڈی رویڈن) "دی پرابلم آف پیلسٹائن"

26- محمدؐ کا پیش کردہ اسلام رسوم و عقائد سے کہیں زیادہ ہے اس میں کوئی باطنی رموز و اسرار نہیں۔ برہمنیت نہیں۔ اسلام ایک مکمل تہذیب ہے۔ (ڈبلیو اے آر گب) "و حدر اسلام"

27- محمدؐ پر نازل شدہ قرآن نے نوع انسانی کے دلوں پر وہ اثر کیا ہے کہ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ (مارگولیتھ) "بائیو گرافی آف محمد"

28- مسیحی دنیا مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑنے کے لئے آئی لیکن تحصیل علم کے لئے ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ مغرب کے تاریک زمانے کا خاتمہ مسلم تہذیب کے آفتاب نے کیا۔ (ہیٹر وشا) "دی سائنس آف ہسٹری"

29- یورپ کی بیداری پندرھویں صدی میں نہیں ہوئی اس وقت

ہوئی جب یورپ عربوں کے کلچر سے متاثر ہوا۔ یورپ کو اٹلی یا روم نے نہیں مسلم سپین نے بیدار کیا۔ (بریفو) "دی میکنگ آف ہیومینٹی"

30- یورپ نے سائنس کا پہلا سبق عربوں کے ہاتھوں سے لیا۔ (ڈوری) اور اس سائنس و علوم کا سرچشمہ قرآن تھا۔ (مارگولیتھ) "بائیو گرافی آف محمدؐ"

31- اگر آج محمدؐ جیسا کوئی انسان دنیا کی لیڈر شپ سنبھال لے تو زمین امن و مسرت کا گہوارہ بن جائے۔ (جارج برنارڈشا) "دی جینیوئن اسلام"

32- محمدؐ نے خود کو صرف عام بشر اور پیغامبر سے زیادہ حیثیت کبھی نہیں دی۔ جب وہ مصائب و افلاس میں گھرے تھے تو بھی لوگ ان کے گرویدہ تھے اور جب وہ ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک ہو گئے تب بھی ان پر نثار تھے۔ یہ تھا ان کا بلند و بالا کردار! اپنی ذات پر اعتماد، نصرت خداوندی پر یقین محکم۔ نہ زندگی کا کوئی گوشہ زیر نقاب نہ موت میں کوئی راز یا افسانہ۔ پھر بھی عظمت کے سب معترف۔ (ایم۔ ایچ ہنڈ مین) "دی او یکننگ آف ایشیا"

33- محمدؐ کی تعلیم کسی مقام پر بھی ناکام ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نظام ہائے تمدن اس کے حدود سے آگے نہیں جا سکتے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی انسان قرآن سے آگے جا ہی نہیں سکتا۔ (جوہن گوئٹے) لیٹر ٹو ایکرمین "سرہنری ایلیٹ کلیکشن"

34- اپنے جذبات اور ارادوں کو مشیت خداوندی کے تابع رکھنا اور تمام فرائض حیات کو ایک لفظ میں سمیٹنے کا نام ہے "اسلام"۔ کسی ڈکٹیٹر کے سامنے جھکنے اور خدا کے سامنے جھکنے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جو خدا کے سامنے جھک کر مسلم بن جائے اس کے ذمے اس دنیا اور اگلی دنیا دونوں کے فرائض ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مسلم بیک وقت عابد و زاہد بھی بنتا ہے اور سپاہی بھی۔ وہ میدان جنگ میں جانے کے لئے بھی ہر وقت تیار رہتا ہے لیکن صرف اس جنگ کے لئے جو دنیا سے شر کو مٹانے کے لئے کی جائے (سپالڈنگ) "سویلائزیشن ان ایسٹ اینڈ ویسٹ"

35- قرآن کریم ایک ناقابل تغیر اصول زندگی ہے۔ (سر رچرڈ گریگوری) "ریلیجن ان سائنس اینڈ سویلائزیشن"

36- محمدؐ کے دین نے اس حقیقی آزادی کا اعلان کیا جو انسان کے وہم و گمان سے بلند تھا۔ اسلام کا خدا اتنا بلند و بالا ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے تمام افکار اور نظام ہیچ ہیں۔ (ڈاکٹر موڈی روائڈن) "دی پرابلم آف پیلسٹائن"

37- اسلام ایک سچی روحانی توانائی ہے۔ اس کا مکمل مفہوم نکھر کر اس روز سمجھ میں آئے گا جب دنیا اسے وسیع پیمانے پر عمل میں لائے۔ (ٹور آنڈرے) "محمدؐ دی مین اینڈ ہز فیتھ"

38- محمدؐ کا مسلک اس قدر بلند ہے کہ ہمارا موجودہ ذہن بھی بمشکل وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ (گبن) "ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر"

39- کل کا یورپ (یوں کہئے مغرب) اسلام قبول کرے گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔ (برنارڈشا) "دی جینوئن اسلام"

40- تلوار کے ذریعے قوموں کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھنا اور لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے چلے جانا مسلمانوں کے خلاف تاریخ کا سب سے احمقانہ افسانہ ہے اور ایسی سازش ہے جسے مورخین سوچے سمجھے بغیر دہراتے چلے گئے ہیں۔ (ڈیسی اولیری) "اسلام ایٹ دی کراس روڈز"

صاحبو! آج کی قسط میں ہم نے اپنی جانب سے کچھ نہیں کیا۔ اقوال بھی اپنوں کے نہیں غیروں کے درج کئے ہیں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ سے سوال کیجئے۔ کیا ان عظیم انسانوں کے خیالات دین اسلام کی حقانیت اور محمدؐ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟

امید ہے آپ کو اب تک کے سلسلہ مضامین سے اس بات کا کچھ جواب ملا ہو گا کہ میں کرسچن کیوں نہیں ہوں؟ بلکہ اس سوال کا بھی کہ میں مسلم کیوں ہوں؟

41- محمدؐ کی آواز فطرت کے دل کی اپنی آواز ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے ہوا سے ہلکا ہے۔ (تھامس کارلائل) "ہیروز اینڈ

ہیروشپ"

42- جتنا میں مطالعہ کرتا ہوں اور غور و فکر سے کام لیتا ہوں اتنا ہی میرا یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کی قوت تلوار میں پوشیدہ نہیں ہے۔ (موہن داس گاندھی) "ینگ انڈیا"

43- محمدؐ کی بلند و بالا ہستی نے بنی نوع انسان پر روشن اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ (جان ولیم ڈریپر) "اے ہسٹری آف۔۔۔ یورپ"

44- جن عظیم لیڈروں نے تاریخ پر سب سے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں ان میں محمدؐ کا نام عیسیٰ مسیحؑ سے پہلے آتا ہے۔ (جیمز گیون' ایک امریکی جنرل کے خطابات)

45- اسلام کے رسول میں ہم ایک عدیم المثال صورت حال دیکھتے ہیں۔ خاک و خون کے پیکر میں ایک صاحب نظر ایک دانشور' منتظم اور لیڈر کا یکجا ہو جانا اور یہ سب کچھ انسان کے وہم و گمان سے آگے اور بالاتر سطح پر۔ (پروفیسر کے۔ ایس راما کرشنا راؤ) "محمد دی پروفٹ آف اسلام"

46- ہم مسیحیوں نے اس مقدس ہستی کے گرد دروغ و افترا کا جو انبار لگایا ہے وہ خود ہمارے لئے باعث شرم ہے۔ (تھامس کارلائل) "ہیروز اینڈ ہیروورشپ"

47- تمام انسانوں میں ایک انسان جس نے نسل انسانی پر سب سے زیادہ انقلابی اثر چھوڑا۔ (جے ڈبلیو ڈریپر) "اے ہسٹری آف۔۔۔ یورپ"

48- محمدؐ کا سب سے بڑا جرم اور گناہ مسیحی مغرب کی نگاہ میں یہ ہے کہ انہوں نے خود کو قتل ہونے کے لئے پیش نہیں کیا۔ نہ اپنے دشمنوں کو یہ موقع دیا کہ وہ آپ کو مصلوب کر دیں۔ انہوں نے اپنا' اپنے گھرانے اور متبعین کا بڑی کامیابی سے دفاع کیا اور بالاخر اپنے دشمنوں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ یہ جو بات ہے یعنی محمدؐ کی شاندار کامیابی مسیحیوں کے دل میں خار بن کر کھٹکتی ہے۔۔۔ محمدؐ دوسروں کے گناہوں کے لئے بے جا قربانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ یہی کہتے تھے کہ ہر شخص خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ (ایڈورڈ گبن) "فال آف دی رومن امپائر"

49- ایک انسان سچائی' دیانت اور وفا کا پیکر نہ صرف عمل کا بلکہ قول اور فکر میں کھرا۔ اس کی بات ایسی بات جو کہنے لائق اور سننے کے قابل۔ (تھامس کارلائل)

50- وہ خدائے واحد کے پیغامبر تھے اور انہیں یہ حقیقت اپنی زندگی کے آخری سانس تک یاد رہی کہ وہ کون تھے؟ (سٹینلے لین پول) "یادداشتیں"

51- محمدؐ ان گنے چنے خوش بخت افراد میں سے تھے جنہوں نے حق پرستی کو اپنی زندگی کا سرچشمہ عمر بھر بنائے رکھا۔ (سٹینلے لین پول)

52- وہ جو سمجھتے ہیں کہ اسلام قوت کے بل پر پھیلا ایسے احمق ہیں جو نہ اسلام کے طور طریقے جانتے ہیں نہ دنیا کے ڈھنگ اور رجحانات (بلبیر سنگھ) "نواں ہندوستان 1947ء"

53- آپؐ ایک قالب میں قیصر اور پوپ تھے لیکن ایسا پوپ جس میں دکھاوے اور بناوٹ کی ادائیں نہ ہوں اور ایسے قیصر جس کے پاس قیصر کے لشکر نہ ہوں۔ نہ کوئی باڈی گارڈ نہ محل دو محلا۔ اگر دنیا میں کسی ایک شخص کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ دعویٰ کرے کہ اس کی حکومت خدا کی حکومت ہے تو ایسا فرد صرف ایک تھا۔ "محمدؐ" (ریورنڈ بی سمتھ) "محمد اینڈ محمڈن ازم"

54- قوم' سلطنت اور مذہب کا مقدس بانی۔ وہ نبی امی جس کی وساطت سے اہل عالم کو ایک کتاب ایسی ملی جو معجزہ ہے سچا' لافانی معجزہ اور درحقیقت معجزہ۔ (ریورنڈ بی سمتھ)

55- اسلام انسانیت کے لئے ناممکن الحصول مقاصد پیش نہیں کرتا۔ اس دین میں متھولوجی کے الجھے ہوئے تصورات نہیں ملتے۔ نہ کوئی باطنی رموز ہیں اور نہ اس میں کسی قسم کی مذہبی پیشوائیت۔ (ہٹی۔ ہسٹری آف دی عرب)

56- مقصد کی بلندی' وسائل کی کمی' حیران کن نتائج! محمدؐ نے ایک ایسا نظام قائم کر دکھایا جو لافانی نظریات پر استوار ہے۔ (ایلفونس لیمرٹین)

صلی اللہ علیہ وسلم

فرد، انسان اور معاشرہ

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ارکان و ستون :- گذشتہ قسطوں میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ القرآن 2:177 کے تحت اسلام میں ایمان کے ارکان کیا ہیں؟ پانچ ارکان ہیں، سیدھا سادا بیان، نہ کوئی الجھاؤ نہ پیچ۔ ایک خدا پر ایمان، یوم آخرت پر ملائکہ اور الکتاب پر اور انبیائے کرام پر۔ ان کے علاوہ کلمہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج کو اسلامی عبادتیں قرار دیا جاتا ہے یا اسلام کے ستون، روایات میں کہا گیا ہے۔

فی الحال یہ عرض کرنا ہے کہ اسلام اگر صرف زبانی ایمان اور ان عبادات کا نام ہے تو کہانی بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعض علماء اسی کو مکمل اسلام قرار دیتے تھے لہٰذا علامہ اقبالؒ کو کہنا پڑا:

کردار کا انقلاب :-

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

آیت اللہ خمینی نے 1980ء میں فرمایا تھا مسلمانو! غیروں کو تمہارے نماز روزے کی کوئی فکر نہیں۔ وہ تو تمہیں ہر اعتبار سے محکوم بنانا چاہتا ہے۔ تمہاری معیشت اور تمہاری آزادی سلب کرنا چاہتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "لوگوں کے نماز روزے پر مت جاؤ ان کے معاملات کو دیکھو"

آقائے نامدارؐ کا ارشاد ہے "تم کسی کو مسجد آتے جاتے دیکھ کر اسے نمازی تو کہہ سکتے ہو اس کے صالح ہونے کی گواہی نہیں دے سکتے"۔ یہ بھی فرمایا **"لااسلام الا بالجماعه"** یعنی جماعت یا اجتماعی نظام کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیا دنیا کا کوئی مذہب اجتماعی نظام حیات تجویز کرتا ہے؟

تو صاحبو! بنی نوع انسان کا مثالی معاشرہ تشکیل دینا اسلام کی غرض و غایت ہے۔ اس کوشش میں مسلم کی زندگی کا ہر لمحہ وقف ہونا چاہئے۔ اور اس طرح مسلم کی تمام زندگی عبادت بن جاتی ہے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں شہادت گہ الفت میں قدم رکھا جاتا ہے۔

دور قدسی کا بصیرت افروز واقعہ سنئے۔ قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص مکہ میں موجود تھا۔ یہ وہ دور ہے جب مدینہ سے لوگوں کی جماعتیں اور وفد اسلام سمجھنے یا قبول کرنے مکہ آیا کرتے تھے۔ ایک وفد نے اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو بنو عامر کا وہ فرد بولا "جانتے ہو تم کس بات کا عہد کر رہے ہو؟ یہ تمہارے آباؤ اجداد کے عقیدوں کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ تمہاری رسوم و روایات کو پامال کرنے کا عہد ہے۔ عرب و عجم کے خلاف اعلان جنگ ہے"۔ (ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اسلام صرف زبانی ایمان اور رسمی عبادات کا نام نہیں ہے)۔

اجتماعی زندگی خدائی اقدار کے مطابق۔ یہ ہے ایک فقرے میں اسلام۔ تو صاحبو! اس تمہید کے بعد سنئے کہ ہمیں یہ سلسلہ مضامین کیوں لکھنا پڑا؟

مکتب عشق میں کیا کام تھا آیا کیوں تھا؟

مسلمانوں سے نفرت :- ہم صاف دیکھ رہے ہیں آپ نے بھی ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ اہل عالم کی مسلمانوں سے نفرتیں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ کچھ مغربی دانشور عراق کو مسلمانوں کی تباہی کی تجربہ گاہ قرار دے رہے ہیں۔ بوسنیاء، کوسووا، کشمیر میں بڑے پیمانے پر نسل کشی ہوئی ہے۔ مغربی پروپیگنڈا اسلام کے خلاف بڑھتا ہی جاتا ہے اور مسلمان صدر کلنٹن کی "عید مبارک" کی تہنیت پر پھولے نہیں سماتے۔ امریکہ ایشیاء اور افریقہ میں مشنری ورک ہمیشہ سے زیادہ تیز ہو گیا ہے اور روم کے پاپائے اعظم مقبولیت کی حدیں پار کر چکے ہیں۔ مسیحی دنیا سچی روحانیت کی تلاش میں ہے۔ مسیحیوں کے تبلیغی رسالے، خطوط، کتابیں ہمیں پہلے سے زیادہ بھیجے جا رہے ہیں۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کا دلکش آفاقی اور فطری پیغام دنیا تک نہیں پہنچا پا

رہے بلکہ خود بھی اس مینارۂ نور سے قطعی بے آگاہ ہیں۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

ہمارا جواب :- عجیب بات ہے صاحبو! کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس یلغار کے جواب میں ہمارے پاس کچھ نہیں یا یوں کہئے کہ جو سب سے بڑا ہتھیار ہے "الحق" قرآن کا اسے ہم طاقوں میں سجائے بیٹھے ہیں یا ختم یا قرئاتیں اور حفظ کر رہے ہیں۔ مسجدوں پر مسجدیں اور مدرسوں پر مدرسے کھل رہے ہیں۔ ان مدرسوں میں فلسفہ' منطق' فقہ' حفظ قرآن' صرف و نحو' روایتی تفاسیر کے کچھ صفحات تو پڑھا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ متنبی جیسے عریاں پسند شاعر عرب کی شاعری' قرآن کا پیغام ان کے نصاب میں شامل ہی نہیں ہوتا۔ میری محدود معلومات کے مطابق آج تک ایسی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں گئی جو اسلام کا تعارف غیر مسلم کے لئے موثر انداز سے پیش کرتی ہو۔ کوئی غیر مسلم دین حق کے بارے میں جاننا چاہے تو ہم اسے قرآن تھما دیتے ہیں جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ ترجمے اور تفسیریں بھی وہی ہزار برس پرانی تحریروں کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔ یا پھر ہم ایسے غیر مسلم کو فقہ اور اسلامی عبادات کی کوئی کتاب تھما دیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اہل مغرب کو آپ کی مسجدوں' مدرسوں اور کتابوں سے نہ اسلام کا نظریہ کچھ سمجھ میں آتا ہے نہ غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔

دانا دشمن اور نادان دوست اس صورت حال کو قائم رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ رسمی اسلام سے کسی کو اندیشہ لاحق نہیں ہو سکتا۔

ہمیں مسیحی بھائیوں کا بڑا احترام اس لئے منظور ہے کہ ان کے سامنے قرآنی تعلیم ہے ہی نہیں اور بہرحال وہ خدا کی فیملی کا ایک حصہ ہیں۔ آقائے نامدارؐ کا فرمان ہے۔

"تمام بنی نوع انسان خدا کی فیملی ہے' کنبہ ہے' تم ان سب سے محبت کرو"۔ اب ہم آج کی قسط میں مختصراً یہ عرض کریں گے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق انسان کا (مسلمان یا کرسچن کا نہیں انسان کا) منصب کیا ہے؟ اور اس کے بعد قرآن کی روشنی میں ان محترم مسیحی بھائیوں کے اعتراضات کا جواب دیں گے جو وہ ہمیں وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ ان اعتراضات کی بنیاد قرآن کا غلط ترجمہ' موضوع احادیث اور مسلمانوں کا کردار ہوتی ہے۔

اسلام میں انسان کا منصب :- 1- ہم نے تمام انسانوں کو عزت و اکرام عطا کیا ہے (القرآن 17:70) دیکھئے کہ یہودی' مسلم' جنٹائل' کالے' گورے سب کو واجب تکریم قرار دیا گیا ہے۔ مرد ہو یا عورت' مشرقی ہو یا مغربی۔

2- بنی نوع انسان تو تمام ایک ہی امت تھے اور ہیں پھر وہ (کیوں) جدا جدا ہو گئے۔ 10:19

3- سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 21:92 اور اس سے پہلے کی آیات پر غور فرمایئے۔ 15 انبیاء کرام بشمول عیسیٰؑ کا ذکر فرما کر کہا گیا "لوگو! تم تو درحقیقت ایک قوم ہو"۔ (یعنی تمام پیغمبروں کے پیروکار ایک ملت)

4- تم میں زیادہ عزت و اکرام والا وہ ہے جو زیادہ صاحب کردار ہے۔ 49:13

برتر از گردوں مقام آدم است
اصل تہذیب احترام آدم است

(آدم کا مقام تو آسمان سے بھی بلند ہے۔ اصل اور سچی تہذیب تو وہ ہے جس میں آدمیت کا احترام کیا جاتا ہو) اب دیکھئے کہ قرآن کے مطابق انسان صاف پاک سلیٹ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ غریب کے یہاں پیدا ہو یا امیر کے یہاں' گورے کے یہاں یا کالے کے یہاں' مسلم کے گھر میں یا کرسچن کے گھر میں' برہمن کے یہاں یا شودر کے ہاں وہ اللہ کا عطا کیا ہوا عزت و اکرام اپنے ساتھ لاتا ہے۔ وہ آدم و حوا کا گناہ بھی ساتھ نہیں لاتا کیوں کہ وہ معاف کر دیئے گئے تھے۔ قرآن کے مطابق کوئی شخص دوسرے کے کئے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا 53:38 انسان صرف اپنی کوشش اور اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے 53:39 نہ وہ ہندو عقیدے کے مطابق پچھلے جنم کے گناہوں کا بوجھ لے کر

دنیا میں آتا ہے اور نہ مسیحی عقیدے کے مطابق ازلی گناہ Original Sin سے آلودہ ہوتا ہے۔ ہر انسانی بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔

بقول آر۔ ایف جانسن ازلی گناہ کا عقیدہ ازلی خرابی ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے انسان ہمیشہ خیر سے بیزار اور شر کی طرف مائل رہتا ہے۔ کیونکہ "خوب گناہ کرو لیکن ایمان بھی بڑھ چڑھ کے رکھو" Sin Hard Believe Harder (لوتھر) لہٰذا نیکی کا امکان ختم!

کاش! دنیا میں کوئی ایسا مذہب مجھے مل جائے تو مجھے اوریجنل سن (Original Sin) عقیدے کی شکلوں سے بچا لے۔ (اے۔ ای۔ ٹیلر) میں اس کا استقبال کروں گا"۔

جسم اور نفس :- تو صاحبو! انسان جو صاف سلیٹ لے کر دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے وجود کے بنیادی اجزا دو ہوتے ہیں۔

1- جسم اور 2- خودی یا سیلف (Self)

اس خودی یا انا کو قرآن نفس کہتا ہے۔ بات سادہ سی ہے۔ جسم کی پرورش کھانے پینے سے ہوتی ہے اور نفس کی پرورش قرآن کے مطابق دوسروں کو عطا کرنے سے ہوتی ہے۔ انسان کی خودی' میں' انا' سیلف' ذات یا نفس کے بارے میں دلچسپ بات سنتے چلئے۔ فلسفیانہ طور سے انسانی ذات یا نفس کے موجود ہونے کا بہترین ثبوت یورپی مفکر ڈکارٹس Descartes نے پیش کیا تھا جب اس نے کہا "میں سوچتا ہوں لہٰذا میں ہوں"

"I think, therefore I am"

قرآنی تعلیم کے مطابق انسانی ذات یا سیلف کی نشوونما اس معاشرے میں آسانی سے ہو جاتی ہے جو قرآنی اقدار کی افزائش کرے۔ ابراہم میسلو کے الفاظ میں انسان سیلف ایکچوالائزیشن "Self Actualization" یعنی تکمیل ذات کی طرف بڑھتا رہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسے خودی کی نمود فرمایا۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

معاشرہ اور شخصیت کی ترقی :- اب ذرا مزید توجہ درکار ہو گی لیکن آگے پڑھئے:

انسان کی خودی ترقی نہ کرے تو لوگ آزاد معاشرے میں بھی غلام ہوتے ہیں۔ (نکولس باردیو)

مجھے ایسا معاشرہ چاہئے جہاں دوسروں کا فائدہ مجھے اپنا لگنے لگے۔ (ہیسٹنگز راشڈیل)

انسانی شخصیت اور ذات کی تکمیل ایثار کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ (راشڈیل)

آئیڈیل معاشرہ وہ ہے جہاں دوسروں کا مفاد اپنے مفاد جیسا لگنے لگے۔ (کانٹ)

قرآن آگے جاتا ہے :- اور دیکھئے صاحبو! قرآن انسان کو کتنا آگے لے جاتا ہے۔ اہل ایمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ "دوسروں کی ضروریات کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود ضرورت مند ہوں" 59:9

اور وہ لوگ جو "اپنی شخصیت کی ترقی دوسروں کی مالی اور دیگر ضروریات پوری کر کے کرتے ہیں" 92:18, 53:32

مسیحی اعتراضات کا جواب انشاء اللہ آئندہ! قسط یہاں مکمل ہوئی۔ فی امان اللہ!

اوقات دفاتر طلوع اسلام

احباب کی سہولت کے لئے مطلع کیا جاتا ہے کہ طلوع اسلام کے جملہ دفاتر صبح 9 بجے سے شام 4 بجے تک کھلے ہوتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر ایک بجے بند کر دیا جاتا ہے۔ تعطیل اتوار کے بجائے ہفتہ کے روز ہوتی ہے۔

ہفتہ کے دن دفاتر مکمل طور پر بند ہوتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی محمد چدھڑ

سنت و حدیث

روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 2000-3-8 کے ایک مستقل کالم "نور بصیرت" سے لیا گیا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری اپنی سنت۔ اگر انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ سنت رسولؐ مقبول قرآن پاک ہی کی عملی تفسیر ہے۔ اگر سنت کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو قرآن پاک کی من مانی تفسیر کرنے کا راستہ کھل جائے گا۔"

اسی حدیث کو مولانا شبلی نعمانی نے اپنی سیرت النبی میں ان الفاظ کیساتھ نقل کیا ہے "میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ کیا چیز ہے۔ کتاب اللہ" یہاں سنت کا ذکر نہیں۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کی موجودگی میں پیش کیا جانے والا فرمان رسولؐ اس طرح کتنا متضاد ہو گیا ہے۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ دونوں صورتیں درست ہیں۔ نہیں! صحیح جواب ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ ہے صرف کتاب اللہ۔ سنت والی بات کو اکثر علماء حدیث نے بعد کا اضافہ قرار دیا ہے۔ جس کی تائید چند دیگر ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد (جنہیں امام الہند بھی کہا گیا ہے) اپنی مشہور تصنیف "انسانیت موت کے دروازے پر" میں لکھتے ہیں حضورؐ نے فرمایا "اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یہ ہے اللہ کی کتاب، قرآن" جناب نعیم صدیقی اپنی کتاب "محسن انسانیت" میں تحریر کرتے ہیں کہ خطبہ عرفات میں حضورؐ نے فرمایا "میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک اس پر کاربند رہو گے کبھی راہ راست سے نہ ہٹو گے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب (صفحہ 587)۔ علامہ غلام احمد پرویز کی مشہور زمانہ کتاب "معراج انسانیت" میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا "میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کیا ہے کتاب اللہ (صفحہ 393)۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول ص 565 میں دیکھا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں کہ جب تک اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے۔ گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے"۔ تاریخ کی ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ یاد رکھو وہ قرآن ہے۔ (تاریخ الامت علامہ اسلم جیراجپوری جلد اول ص 185)

قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا وارث امت مسلمہ کو بنایا ہے تاکہ انسانی معاشرہ کو اس کی تعلیم کے مطابق متشکل کیا جائے 35:32۔ یہاں بھی حضور نے ہمارے لئے بطور ورثہ جو چیز چھوڑی ہے وہ کتاب اللہ ہی ہے۔ یہ ایک عام عقل و فہم کی بات ہے کہ کوئی کام یا ضابطہ اگر مکمل ہو جائے تو اس میں کسی کمی۔ اضافہ یا رد و بدل کی گنجائش نہیں رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اور تیرے رب کی باتیں صدق و عدل کے ساتھ تکمیل تک پہنچ گئیں۔ اب انہیں کوئی نہیں بدل

سکتا۔ اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ 6:116- یعنی خدا کا ضابطہ قوانین (قرآن) مکمل ایسا کہ اس میں اضافے کی گنجائش نہیں اور محکم ایسا کہ اس میں کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں۔ یہ اس خدا کا ضابطہ قوانین ہے جو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ انسانی راہ نمائی کے لئے جو کچھ دیا جانا ضروری تھا اس میں سے (معاذ اللہ) کوئی بات لاعلمی کی بنا پر رہ گئی ہو یا وہ بنی نوع انسان کے لئے کافی نہ رہی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ سورہ العنکبوت میں ارشاد ہوتا ہے "ان سے کہو کہ کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ خدا نے میری وساطت سے تمہاری طرف اس قسم کا ضابطہ زندگی بھیجا ہے" 29:51- معلوم ہوتا ہے اسی آیت مقدسہ کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے بھی فرمایا تھا "حسبنا کتاب اللّٰہ" یعنی ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔

محولہ بالا وضاحتوں سے جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ نبی کریم نے ہماری راہ نمائی کے لئے جو چیز چھوڑی ہے وہ صرف کتاب اللہ ہے۔ جو کہ مکمل بھی ہے غیر متبدل بھی ہے اور انسانی راہ نمائی کے لئے کافی بھی۔ حشر کے روز بطور شکایت ہمارے نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کریں گے کہ اے میرے رب! یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے اگر رسولؐ نے کتاب اللہ کے ساتھ اپنی سنت بھی قوم کے حوالے کی ہوتی تو سب سے پہلے اسی کا ذکر کیا جاتا۔ لیکن حضورؐ نے شکایت میں سنت کا نام تک نہیں لیا۔ علاوہ ازیں یہ بھی حقیقت ہے کہ دین ایک راستے پر چلنے کا نام ہے۔ مختلف راستوں پر چلنے کا نہیں۔ اسلام میں ایک خدا، ایک رسول اور ایک ضابطہ فلھذا ایک امت کا اصول ضرب المثل بن چکا ہے۔ جب تک یہ اصول قائم رہا ہماری وحدت بھی قائم رہی۔ جب وحدت متزلزل ہوئی۔ سب کچھ انتشار کا شکار ہو گیا۔ ایسا کیوں نہ ہو جب قرآن ہمارے لئے کافی نہ رہے اور ہم سنت کے نام پر مختلف روایات پر بھروسہ کرنے لگ جائیں تو اس سے ایک تو دین میں دو یا دو سے زائد ضابطوں کا تاثر پیدا ہو گا، دوسرے یہ بھی اخذ ہو گا کہ قرآن اور سنت دو مختلف چیزیں ہیں جو کہ درست نہیں۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ سے جب حضورؐ کی سیرت طیبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کا اپنا عمل قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھا 6:50- چنانچہ انہوں نے اپنی ساری نبوی زندگی میں ہمیشہ ان باتوں کے کرنے کا حکم دیا جنہیں قرآن نے صحیح تسلیم کیا اور ان سے روکا جنہیں قرآن نے ناپسند ٹھہرایا۔ حضورؐ کے بعد اب ہمارا فریضہ ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔ یہ معروف اور منکر قرآن کریم کے اندر ہے۔ جس کا وارث حضورؐ پاک ہمیں بنا گئے تھے۔ اس کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ ہم رسولؐ کی زندگی کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنائیں اور اسی اخلاق عالیہ کے حامل ہوں جس بلند ترین مقام پر وہ خیر البشر فائز تھے۔

رہا یہ سوال کہ "سنت رسول مقبولؐ قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ اگر سنت کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن پاک کی من مانی تفاسیر کا راستہ کھل جاتا ہے" تو اس سلسلہ میں جیسا کہ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق حضورؐ کی سیرت طیبہ (اسوہ حسنہ) قرآن کے اندر ہے جہاں حضورؐ کی سیرت قرآنی آیات کی روشنی میں کچھ اس شرح و بسط سے بیان ہوئی ہے کہ اگر ان درخشندہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو لیا جائے تو اس سے نبی کریمؐ کی حیات طیبہ نہایت آب و تاب سے کتابی شکل میں مرتب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ جہاں تک قرآن پاک کو سمجھنے کا تعلق ہے۔ تو اس کا صحیح طریق (روایات کے بجائے) ایک ہی ہے یعنی قرآن کے ذریعہ قرآن کی تفسیر۔ ورنہ انسانی تخیلات اور تصورات میں الجھ کر قرآن کا مفہوم کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ نیز قرآن ایک ایسا نور مبین ہے۔ جو خود روشن ہے اور ہر چیز کو روشن کرتا ہے 4:175- روشنی کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے تعارف اور نمود کے لئے کسی دوسری روشنی کی محتاج نہیں ہوتی۔ روشن چراغ کو دوسرے

دیئے کی روشنی سے تلاش نہیں کیا جاتا۔

مذکورہ بالا کالم میں احادیث کو مرتب کرنے کے لئے بہت سی کاوشوں کو گنوایا گیا ہے مثلاً روایات کا تسلسل' راویوں کا قابل اعتماد ہونا وغیرہ اور آخر میں یہ کہ آیا کوئی حدیث قرآن پاک کے مطابق ہے یا نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ آخری کسوٹی ہی سب کچھ ہے یعنی وہ حدیث صحیح ہے جو قرآن کریم کے مطابق ہے۔ اور جو اس کے مطابق نہیں اسے پہلی تمام کاوشیں بھی صحیح قرار نہیں دے سکتیں۔

فاضل کالم نگار کسی حدیث کو پرکھنے کا ایک نیا اور انوکھا معیار سامنے لائے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "مودودی صاحب نے بجا طور پر کہا تھا کہ حدیث کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والے کے اندر ایسا ذوق پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ پہچان جاتا ہے کہ یہ الفاظ اور انداز بیان حضور اکرمؐ کا ہے یا نہیں۔ یہی دیکھئے کہ جو شخص کسی اچھے شاعر مثلاً غالب سے عقیدت رکھتا ہو۔ اس کا کلام اس کے زیر مطالعہ رہتا ہو۔ اسے کسی اور کا شعر غالب کا شعر کہہ کر پیش کیا جائے تو وہ فوراً" کہہ دے گا کہ یہ غالب کا انداز بیان نہیں۔" تحریک پاکستان کے دوران علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے بار بار اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں کسی صورت میں بھی تھیاکریسی قائم نہیں ہو گی۔ مودودی صاحب کی پہلے تو یہ کوشش رہی کہ پاکستان بننے ہی نہ دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے تحریک پاکستان کے زمانے سے ہی کہہ دیا کہ "مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس مسئلہ میں کوئی دلچسپی نہیں کہ ہندوستان میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے" (مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم ص 93)۔ لیکن جب پاکستان بن گیا تو مودودی صاحب نے یہ سکیم مرتب کی کہ جس تھیاکریسی کو مٹانے کے لئے اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے اس مملکت کو قائم کر دیا ہے۔ اس میں وہی تھیاکریسی ہی مسلط رہے۔ چنانچہ اس وقت پاکستان میں جو تھیاکریسی مسلط ہو چکی ہے۔ وہ مودودی صاحب کی سکیم کا ہی نتیجہ ہے اور زیر بحث کالم اپنے انداز فکر' ذہنیت اور تعبیر اسلام کے لحاظ سے پوری آب و تاب کے ساتھ اسی تھیاکریسی کا ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کالم نگار مودودی صاحب کی احادیث کی صحت کے بارے میں سو فیصد تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ اطاعت رسولؐ انہی احادیث کی رو سے کی جا سکتی ہے۔ جسے "مزاج شناس رسول" صحیح قرار دے دے۔ مولانا چونکہ اس زمانے میں اسلام کی ایک مانی ہوئی ہستی تھے اور اسلام کے ہر مسئلہ میں سند تھے لہذا ان کی جماعت کے نزدیک "مزاج شناس رسول" خود مودودی صاحب ہی بنتے ہیں۔ (الفرقان مئی جون 1955ء)۔ لیکن اس کا کیا جائے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے ہم خیال لوگوں کے معیار کے مطابق اہل حدیث اور دیگر اسی فیصد حضرات ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ جوں جوں "مزاج شناس رسول" کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ فرقوں کی تعداد بھی اتنی ہی زیادہ ہو رہی ہے۔ قرآن کہتا ہے "جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کر لیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں اے رسول! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ قانون خداوندی کے سپرد کر دو وہی بتائے گا کہ اس روش کا نتیجہ کیا ہو گا 6:160, 30:32, 3:104"۔

اب ان فرقہ بندیوں میں ملوث ہونے کے باوجود اگر کوئی "مزاج شناس رسول" کے اعزاز پر فائز رہنے کے لئے بضد ہے تو اس کی مرضی۔ قرآن اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتا۔ باقی رہا ان روایات سے غالب کے اشعار کی مثال کا موازنہ تو۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔ ایک طرف تو وہ احادیث کو وحی خفی کا درجہ دیتے ہیں تو دوسری جانب ان کی صحت کے لئے شعرا کے کلام کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ جبکہ وحی ایک وہبی علم ہے۔ وہ ایسی انسانی کاوشوں اور ریاضتوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ہم وحی قرآنی بات کرتے ہیں۔ وحی خفی کی نہیں جس نے سارے قرآن کو شبہات کی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ جبکہ ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ قرآن کریم بعینہ اسی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس شکل میں اسے نبی اکرمؐ نے امت کو دیا تھا

حقیقت کے متعلق اپنوں کی نہیں غیروں کی شہادات بھی موجود ہیں۔ ادھر صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتابی شکل میں قرآن نہیں لکھوایا تھا۔ لیکن صحیح مسلم کی ورق گردانی کی جائے تو وہاں نبی اکرمؐ فرماتے ہیں "قرآن کے سوا میرا کوئی قول قلبند نہ کرو اور اگر کوئی ایسا قول لکھ چکا ہے تو اسے مٹا دے"۔ اسی طرح حضرت فاروقؓ صحابہ کرامؓ سے فرماتے ہیں کہ گھر جاؤ اور احادیث کا ذخیرہ اٹھا لاؤ۔ جب یہ ذخیرہ جمع ہو گیا تو آپ نے تمام صحابہؓ کے سامنے اسے جلا دیا۔ (طبقات ابن سعد ص 14)

بات ابھی ختم نہیں ہوئی کالم کے آخر میں بڑے وثوق کے ساتھ تحریر ہوتا ہے کہ "یہ بھی درست نہیں کہ حضور نبی اکرمؐ کے دور مبارک میں کوئی مجموعہ احادیث تحریر میں نہیں آیا تھا۔ فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ انہوں نے حضورؐ اکرم کی اجازت سے ایک مجموعہ احادیث باقاعدہ قلمبند کیا تھا۔ جسے وہ صحیفہ صادقہ کہتے تھے۔ حضرت انسؓ کے پاس بھی ایک تحریر شدہ مجموعہ احادیث تھا۔ جس کے متعلق وہ فرماتے تھے کہ انہوں نے وہ احادیث حضورؐ اکرم کی خدمت میں پیش کر کے ان کی منظوری حاصل کر لی تھی"۔ یہ سب کچھ بجا لیکن جب صحیح بخاری کی رو سے حضورؐ نے قرآن بھی کتابی شکل میں نہیں لکھوایا تھا تو پھر احادیث کے یہ تحریر شدہ مجموعے کہاں سے آگئے۔ یہی نہیں حضور نبی اکرمؐ نے ان مجموعوں کی منظوری بھی دے دی تھی کہ انہیں مرتب کیا جائے۔ ظاہر ہے وہ بھی زبانی کلامی نہیں تحریری ہی ہو گی۔ بات کچھ بھی ہو ہماری مذہبی پیشوائیت اس قسم کے کالم لکھوا کر اور پھر انہیں نوائے وقت' جیسے وسیع اشاعتی ادارے کے ذریعہ بار بار دہرا کر قرآن پر ان روایات کی فوقیت منوانا چاہتی ہے۔ چلو یوں نہ ہی سہی۔ لیکن ایسے اقتباسات پڑھ کر ہر مسلمان کا جذبہ ایمان اور اشتیاق اس خیال سے مزید بڑھ جاتا ہے کہ کیوں نہ میں بھی حضور نبی کریمؐ کی ایسی مبارک باتوں اور اقوال کو خود پڑھوں جنہیں حضورؐ کی منظوری اور اجازت کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ ہماری یہ آرزو اور تمنا پوری نہ ہو سکی' جب فاضل کالم نویس نے خود ہی ہماری ساری خوشیاں اور خوش فہمیاں اقتباس کے آخر میں یہ لکھ کر ختم کر دیں کہ "مگر اس سلسلہ میں پوری کوشش اور کاوش کے باوجود بعد کے مجموعوں میں ایسی احادیث رہ گئی ہیں یا ان میں داخل کر دی گئی ہیں جو روایات (کے معیار؟) پر پوری نہیں اترتیں۔ اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

حضور ! آپ نے جو کچھ کہا درست کہا
مرا مقام ہی کیا ہے جو میں برا مانوں

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

	ایک بار	سال بھر کے لئے
ٹائٹل کے صفحات		
بیرونی ٹائٹل	1000روپے	8000 روپے
اندرونی ٹائٹل	800 روپے	7000 روپے
اندرون صفحات		
پورا صفحہ	600 روپے	5000 روپے
نصف صفحہ	400 روپے	3000 روپے
چوتھائی صفحہ	250 روپے	

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے۔ اجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ادارہ)

امام ابو حنیفہؒ کے خلاف امام بخاریؒ کے کفر کے فتوے کا عکس

طلوع اسلام کے بعض سابقہ شماروں میں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف امام بخاری کے کفر کے فتویٰ کی جھلک دکھائی گئی تھی۔ جو ان کی کتاب التاریخ الصغیر میں موجود ہے۔ امام صاحبؒ کو منکر حدیث تصور کیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف یہ فتویٰ دیا گیا۔ ہمارے بہت سے قارئین کے لئے یہ ایک انوکھا انکشاف تھا اس لئے انہوں نے اصل فتویٰ کی فوٹو کاپیاں مہیا کرنے کی درخواست کی۔ ان سب حضرات کو یہ کاپیاں مہیا کرنی مشکل تھیں، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس فتویٰ کا عکس طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے۔

امام بخاریؒ کی یہ کتاب یعنی التاریخ الصغیر سب سے پہلے ہندوستان کے شہر کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ جسے حنفی علماء نے جلوا دیا تھا۔ مصر میں دینی کتابیں جامعہ الازہر کی اجازت سے شائع ہوتی ہیں، لیکن امام صاحب کے خلاف کفر کے فتویٰ کی وجہ سے وہاں اس کی اشاعت کی اجازت نہ دی گئی۔ بعد میں لاہور سے ادارہ ترجمان الحدیث کی جانب سے یہ کتاب شائع کی گئی اور اب بیروت کے ایک اشاعتی ادارے دارالمعرفۃ کی جانب سے جناب محمود ابراہیم کی تحقیق سے دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور جہاں کوئی ایسی ویسی باتیں تھیں وہاں انہوں نے امام بخاریؒ کی دوسری کتابوں کے حوالے سے ان کی وضاحت کر دی۔ امام صاحب کے اس فتویٰ کا عکس، اسی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ 93 سے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ پورے صفحہ کا عکس ہے۔ جس میں امام صاحب کے خلاف فتویٰ صرف پانچ سطروں پر مشتمل ہے۔ اس کے چاروں طرف خط کھینچ دیا گیا ہے۔ سارے صفحہ کا عکس اس لئے دیا ہے کہ جہاں کتاب کے ایڈیٹر نے بخاری صاحب کی دوسری ایسی ویسی باتوں کی وضاحت کی ہے۔ وہاں انہوں نے اس فتویٰ کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔

کہا جاتا ہے کہ جب یہ کتاب کانپور سے شائع ہوئی تھی تو اس میں کفر کا لفظ تھا۔ جسے بعد میں حنفیوں کے احتجاج کی وجہ سے ہٹا دیا گیا لیکن اس لفظ کے ہٹانے سے کوئی فرق نہ پڑا، کیونکہ فتویٰ کے دوسرے الفاظ اسی کفر کی تشریح تھے۔ بلکہ وہ کفر کے الفاظ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس عکس میں جو فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

"نعمان بن ثابت 150ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس کی تھی۔ امام بخاری کے شیخ نعیم بن حماد نے بیان کیا ہے کہ ان کے شیخ نزاری، سفیان کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ وہ شخص اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا۔ اسلام میں اس سے زیادہ بدبخت شخص پیدا نہیں ہوا تھا۔"

اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف امام بخاری کا ہی نقطہ نظر نہیں تھا بلکہ دوسرے اہل حدیث اہل علم کا متفقہ فتویٰ تھا۔ بعد میں اگرچہ اس لفظ سے کفر کا لفظ ہٹا دیا گیا۔ لیکن ان حضرات نے یہ خیال نہ کیا کہ اس فتویٰ کے باقی الفاظ، کفر کے لفظ سے بھی زیادہ زہریلے ہیں۔ کیونکہ ان تمام الفاظ سے کفر کا فتویٰ بری طرح جھانک رہا ہے۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی

مسلمان پر کوئی مصیبت آئے تو اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔ چنانچہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی جب کسی مسلمان کی موت کی خبر سنتا ہے تو وہ ان الفاظ کو دھراتا ہے۔ لیکن اگر اسلام کا کوئی بہت بڑا دشمن فوت ہو جاتا تو پھر عام طور پر الحمدللہ کہا جاتا۔ امام بخاری کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے' بلکہ اگلے الفاظ میں ان کی اسلام دشمنی کی مزید وضاحت کر دی کہ (معاذ اللہ) امام صاحب اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا اور اسلام میں ان سے زیادہ بدبخت کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

عام طور پر یزید بن معاویہ کے لئے یہ لفظ استعمال کئے جاتے تھے کہ اس نے اسلامی نظام ختم کر کے' ملوکیت قائم کی تھی۔ لیکن امام بخاریؒ اور ان کے اساتذہ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ' یزید سے بھی زیادہ بدبخت شخص تھا۔ حالانکہ امام صاحبؒ ملوکیت کے سخت مخالف تھے اور اسی لئے انہیں بار بار قید خانے کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مختصر یہ کہ اس فتویٰ میں امام صاحب کو صرف کافر ہی نہیں اسلام کا بدترین دشمن قرار دیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی وفات پر بھی ان کے جنازے کا احترام کرتے تھے اور جب کبھی آپؐ کے پاس سے ان کا جنازہ گزرتا تو آپؐ احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ لیکن ....! یہی وجہ ہے کہ مصر میں اس کتاب کی اشاعت کی اجازت نہ دی گئی۔

امام ابو حنیفہؒ کا جرم صرف یہ تھا کہ ان کا احادیث پرکھنے کا معیار بڑا سخت تھا۔ بعض حلقوں کی جانب سے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صرف سترہ احادیث کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ صرف ان احادیث کو صحیح تسلیم کرتے تھے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہوتی تھیں۔ امام بخاری اور ان کے اساتذہ کے اس فتویٰ کا الٹا اثر ہوا اور امام ابو حنیفہؒ پہلے سے بھی زیادہ ہر دلعزیز ہو گئے اور اس وقت دنیا میں امت مسلمہ کے بہت بڑے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔

پرویز صاحب کا بھی یہی جرم تھا کہ وہ صرف ان ہی احادیث کو تسلیم کرتے تھے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہوتی تھیں' اسی بنا پر امام ابو حنیفہؒ کی طرح انہیں منکر حدیث قرار دے کر ان پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا لیکن یہ فتویٰ امام ابو حنیفہؒ پر فتوے کی طرح الٹا ان کی مقبولیت میں اضافہ کا موجب ہو گیا۔ یہاں ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کر دوں کہ جن احادیث کو امام ابو حنیفہؒ اور پرویز صاحب قرآنی تعلیمات کے مطابق قرار دیتے ہوئے صحیح تسلیم کرتے تھے۔ موجودہ دور کے اہل حدیث علماء ان احادیث کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ مثلاً غیر حاضر زمینداری جسے عام طور پر فیوڈلزم کہا جاتا ہے امام ابو حنیفہ بھی اور پرویز صاحب بھی احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کی علمی تحقیق سے بھی ان احادیث کی تائید ہوتی ہے۔ طلوع اسلام کی ایک پچھلی اشاعت میں یہ دکھایا جا چکا ہے کہ کس طرح فرقہ اہل حدیث کے ایک عالم دین جناب عبدالرحمٰن مدنی نے ان احادیث کو بکواس قرار دیا تھا۔ یہ صرف ان تک ہی محدود نہیں تمام اہل حدیث علماء' ان سچی اور صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔

فتوے کا عکس (جو کہ محمود ابراہیم کی التاریخ الصغیر مطبوعہ المطبعتہ المعرفتہ ۔بیروت سے لیا گیا ہے) اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

حدثني عمرو بن عليّ ، قال : مات ثَوْر بن يزيد سنة خمسين
مائة [1] .

قال أبو نُعيم : مات أبو جَناب سنة خَمسين ومائة [2] .

ومات النعمان هو ابن ثابت سنة خمسين ومائة ويوم ، مات له سبعونَ
ة .

حدّثنا نُعيم بن حمّاد ، قال : حدثنا الفزاري ، قال : كنتُ عند
يان ، فنُعي النعمان ، فقال : الحمد لله كان ينقضُ الإسلام عروَة ،
ولدَ في الإسلام أشأمَ منه .

قال يحيى بن بكير : مات ثَور سنة خمس وخمسين ومائة ، هو ثور
يَزيد بن خالد الكَلاعي الشّامي .

اء وابن أبي حسين وسمع منه الثوري وابن المبارك وعبيد الله بن موسى ، قال في
: كان عثمان ثبتاً ثقة . وقال ابن سعد : كان ثقة كثير الحديث .
[التاريخ الكبير ٦/٢١٣ - الطبقات الكبرى ٥/٣٦١] .

(١) ثور بن يزيد الكلاعي : أبو خالد الحمصي . عن خالد بن معدان وعطاء وطائفة
يحيى القطان وأبو عاصم وعدة . قال ابن معين : ما رأيت أحد يشك أنه قدري . وهو
ح الحديث . وقال ابو مسهر عن عبد الله بن سالم قال : ادركت باهل حمص وقد
وا ثوراً واحرقوا داره لكلامه في القدر . وكان الأوزاعي سيء القول في ثور . وقال
المديني : سمعت يحيى بن سعيد يقول : ليس في نفسي منه شيء ، أتابعه ، وقال
: كان من أعبد ما رأيت . وقال ابن سعد : كان ثقة في الحديث . واورد خبراً يفيد
ان بكره علياً . [التاريخ الكبير ٧/١٧٠ - الطبقات الكبرى ٢/١٨١ - الميزان ١/٣٧٤] .

(٢) ابو جناب الكلبي : يحيى بن أبي حية الكوفي . قال يحيى القطان : لا استحل
روي عنه . وقال النسائي والدارقطني : ضعيف . وقال أبو زرعة : صدوق يدلس .
ابن الدورقي عن يحيى : أبو جناب ليس به باس إلا انه كان يدلس . وعن ابن معين
ل . وقال الفلاس : متروك . وقال ابن سعد : كان ضعيفاً في الحديث .
[التاريخ الكبير ٨/٢٦٧ - الطبقات الكبرى ٥/٢٥٠ - الميزان ١/٣٧١] .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رفیق ثانی

نقطہ نظر

کچھ آرزوئیں --- کچھ تجاویز

پاکستان کو قائم ہوئے نصف صدی سے زائد مدت ہو چکی ہے۔ کبھی صدارتی، کبھی پارلیمانی، کبھی بنیادی جمہوریت، کبھی در پدر آزاد جمہوریت، کسی نے ظل سبحانی بننے کی کوشش کی، کسی نے امیر المومنین بننا چاہا۔ کوئی خادم قوم کہلانے کی کوشش کرتا رہا، کوئی خاص الخواص کہلاتا رہا۔ کبھی ون یونٹ بنا، کبھی چار یونٹ بمقابلہ ون یونٹ بنے۔ غرض ہمارا ہر حکمران بزعم خود پاکستان مضبوط کرتا رہا اور درحقیقت پاکستان کی جڑیں کھوکھلی ہوتی رہیں۔

پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ ایک صدی پہلے جب قابض انگریز حکمرانوں کے اقتدار کا سورج غروب ہونا شروع ہوا، تو ہندو کہنے لگے کہ یہاں بہت سی قومیں بستی ہیں۔ متحدہ ہندوستان کا نعرہ لگاتے تھے۔ جب کہ مسلمان کہتے تھے، نہیں، ہندوستان میں دو قومیں بستی ہیں، ایک مسلمان، دوسرے غیر مسلم۔

یہ تھا دو قومی نظریہ۔ اور پھر ہندوستان تقسیم ہوا، ہندوؤں کو ہندوستان اور مسلمانوں کو پاکستان مل گیا۔ غیر مسلموں کو جو زمین ملا، اس میں بارہ صوبے قائم تھے، انہوں نے اسے بڑھا کر 32 صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ حالانکہ وہ بت پرست تھے، لیکن انہوں نے صوبائیت اور لسانیت کے بتوں کو دھندلا دیا اور ایک شاندار ہندوستان کی تعمیر میں لگے رہے۔ اب نصف صدی گزرنے کے بعد چند سرحدی علاقوں کے علاوہ ان میں اس بات پر کوئی اختلاف [illegible] ہندوستانی ہیں۔

ہونے پر فخر کیا کرتے تھے اور جن کے صدر اول نے زمانہ جاہلیت کی نسلی عصبیت اور رسوم و رواج کو پاؤں تلے کچل دیا تھا، ان کو بھی خطہ زمین ملا۔

پاکستان بننے سے پہلے بنگالی، پنجابی، پٹھان، بلوچی، سندھی، یو۔ پی والے، سی پی والے، دہلی والے اور لکھنؤ والے سب ایک قوم ہونے پر فخر کرتے تھے، لیکن جب ان کو آزادی ملی تو ان بت شکنوں کی اولاد نے اپنی اپنی آستینوں سے بت نکال لئے، لسانیت کے، نسلی عصبیت کے۔ بنگال میں کوئی لسانی جھگڑا نہیں تھا اور لوگ پسماندہ بہت تھے۔ جب کہ مغربی پاکستان میں زیادہ زبانیں بولنے والے آباد تھے اور کچھ بہتر حالت میں تھے اور پھر ان پر مسلط حکمرانوں نے ان سب کی اکائیوں کو ختم کر کے ان کو ون یونٹ بنا کر بنگالیوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ لیکن پھر بھی بنگالیوں کے اتحاد اور اتفاق کا مقابلہ نہ ہو سکا اور پاکستان ٹوٹ گیا۔ ایک قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک ملک کے بجائے دو ممالک دنیا کے نقشے پر وجود میں آگئے اور یہاں کے حکمران کہتے رہے۔ اللہ کا شکر ہے پاکستان بچ گیا، ہم نے پاکستان بچا لیا۔

یہ تو تھا متحدہ پاکستان کا حال، اب ذرا مغربی پاکستان یا موجودہ پاکستان کا حال بھی دیکھ لیں۔

1947ء میں جب پاکستان آزاد ہوا، تو مغربی پاکستان کے چار صوبے تھے۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد۔ ان کے علاوہ سوات، قلات، بہاولپور اور [illegible] آزاد ریاستیں تھیں اور کراچی

اس طرح مغربی پاکستان کی نو اکائیاں تھی۔ جب ان آزاد علاقوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا تو بہاولپور جس میں سرائیکی زبان بولنے والوں کی اکثریت تھی۔ اس کو پنجاب کے ساتھ ضم کر دیا گیا۔ سوات کو صوبہ سرحد میں اور قلات کو بلوچستان کا حصہ بنا دیا گیا۔ اور جب دارالخلافہ کراچی سے اسلام آباد منتقل کیا گیا تو کراچی کو سندھ میں ضم کر دیا گیا۔ بعد میں گوادر بھی سلطنت عمان سے حاصل کر کے اسے بھی بلوچستان کا حصہ بنا دیا گیا۔

اگر ان آزاد علاقوں کے ساتھ کچھ اور علاقے ملا کر ان اکائیوں کو برابری کی بنیاد پر قائم کر دیا جاتا تو ایک ملک ایک قوم کا نظریہ آج تناور درخت بن چکا ہوتا اور اس کی چھاؤں میں آج سب مطمئن ہوتے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور اس کے بجائے صوبوں کے حجم کو بڑا کر کے لسانی اور نسلی عصبیت کو پروان چڑھایا گیا۔

پہلے چار صوبے مل کر اسمبلی میں بنگال صوبے کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اب تین صوبے مل کر پنجاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پہلے 25 سالوں میں ملک ٹوٹ گیا تھا اور بعد کے 25 سالوں میں ملک کی سرحدوں کے بجائے صوبوں کی سرحدوں کو تقدس حاصل ہونا شروع ہو گیا۔

آج جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں تو صورتحال کچھ اس طرح ہے۔ ہم ایک ایٹمی طاقت ہیں اور دنیا کی نظر میں ہماری یہ صلاحیت کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ دشمن ہمیں باہر سے دھمکانے اور اندر سے کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے صوبوں کا حجم دشمن کے عزائم کو کامیاب بنانے میں مدد دے سکتا ہے۔ ہمارے کسی بھی صوبے کی اسمبلی صرف ایک قرار داد پاس کر کے پاکستان سے آزادی کا اعلان کر دے تو ہم طاقت کے بل بوتے پر اس صورتحال کو نہ سنبھال سکیں گے۔ اس لئے کہ آزادی پسندوں کی مدد کے لئے ہمارے دشمن فوراً ہماری سرزمین پر اتر آئیں گے۔ اور ہم ایٹمی قوت ہونے کے باوجود اپنے علاقے کا دفاع کرنے میں مشکلات کا شکار ہو سکتے ہیں۔ سویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ اسی طرح عمل میں آئی۔

متحدہ ہندوستان کی تقسیم قتل و غارت گری اور ہجرت۔ مشرقی پاکستان کی خانہ جنگی اور پاکستان کی تقسیم کے بعد یوگوسلاویہ اس دور کی بدترین مثال ہے۔ جس سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

یوگوسلاویہ میں سربیا بڑی اکائی تھی اور فوج میں بھی اس کی اکثریت تھی جیسے پاکستانی فوج میں پنجاب کی اکثریت ہے۔ جب مشرقی یورپ میں کمیونزم کمزور ہوا تو کروشیا نے یوگوسلاویہ سے آزادی کا اعلان کر دیا۔ سرب فوجیں کروشیا پر چڑھ دوڑیں۔ اسی اثناء میں باقی ریاستوں نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا۔ جس میں بوسنیا ہرزگوینا سرفہرست تھا۔ سرب فوجوں نے کروشیا کو چھوڑ دیا اور بوسنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ابھی یہ زخم سلے نہ تھے کہ سربیا کے ایک علاقے کوسوو نے آزادی کا مطالبہ کر دیا اور پھر دنیا نے تاریخ کے بدترین جرائم کا مشاہدہ کیا۔

کوسوو میں البانوی مہاجر آباد تھے۔ جیسے کراچی میں ہندوستان اور پاکستان کے دیگر حصوں سے لوگ ہجرت کر کے آگئے ہیں۔

اس صورتحال کو ہمیں خود سے دور نہ سمجھنا چاہئے۔ پاکستان ایک کثیر لسانی مملکت ہے۔ یہاں اردو' پنجابی' سندھی' بلوچی' پشتو' براہوی' ہندکو' سرائیکی اور پھر آگے ان کے بے شمار لہجے ہیں' ابھی یہ بھی طے نہیں ہے کہ سندھی کہاں ختم ہوتی ہے اور کہاں سے سرائیکی شروع ہو جاتی ہے۔ سرائیکی کہاں ختم ہوتی ہے کہاں سے پنجابی شروع ہو جاتی ہے۔ کہاں پنجابی پوٹھوہاری بننے لگتی ہے۔ اسی طرح براہوی' بلوچی' پشتو' ہندکو' پشتو اور پھر کشمیری۔ اگر خدا نخواستہ پاکستان پھر تقسیم ہوتا ہے تو پورے ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ سندھ پاکستان سے آزادی کا اعلان کرے گا تو کراچی سندھ سے آزادی کا اعلان کر دے گا۔ کیونکہ مہاجر پاکستانی بننے کے لئے آئے تھے' سندھی بننے کے لئے نہیں۔ کراچی ہے تو سندھ کا حصہ' مگر اس

میں سندھی کم تعداد میں رہتے ہیں اور مہاجر' پنجابی' پٹھان' بلوچی اور دوسرے کثرت سے آباد ہیں۔ اور آبادی بھی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے اور پھر جو کراچی میں خونریزی ہو گی۔ تصور کر کے ہول آتا ہے۔ خدا ہماری راہنمائی کرے اور ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

ہمارے موجودہ جمہوری تجربے کی ناکامی کی بڑی وجہ بھی ہمارے صوبوں کا حجم ہے۔

1988ء میں پیپلز پارٹی الیکشن جیتی اور صوبہ پنجاب میں آئی جے آئی نے اکثریت حاصل کی۔ مرکز میں بے نظیر برسراقتدار آئیں' اور پنجاب میں میاں نواز شریف حکومت بنی۔ اور میاں نواز شریف نے مرکزی حکومت کو چلنے نہ دیا۔ پنجاب بنک' پنجاب ٹیلی ویژن اور نہ جانے کیا کیا کہتے رہے اور کرتے رہے۔ وہ تو اور بھی بہت کچھ کرتے کہ 1990ء میں اسمبلیاں توڑ دی گئی اور پھر 1990ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور مرکز میں میاں نواز شریف کی حکومت بنی اور سندھ میں پیپلز پارٹی الیکشن جیتی' لیکن جیتی ہوئی پارٹی کی حکومت نہ بننے دی گئی۔ جام صادق علی نے دھونس' دھاندلی' اختیارات کے ناجائز استعمال کا ہر حربہ اختیار کیا۔ 1997ء میں بھی پیپلز پارٹی سندھ اسمبلی میں اکثریت کی حامل پارٹی تھی۔ لیکن اسے پھر حکومت سے باہر رکھا گیا۔ حتیٰ کہ 1999ء میں جب دہشت گردی پر قابو پانے میں لیگی حکومت ناکام ہو گئی تو حکومت اور اسمبلی معطل کر دی گئی۔ لیکن سندھ اسمبلی میں اکثریت کی حامل پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت نہ دی گئی۔ دہشت گردی کراچی میں ہو رہی تھی۔ گورنر راج پورے صوبے پر نافذ کر دیا گیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ صوبے اتنے بڑے ہیں کہ ان پر کسی بھی حکومت کے لئے کوئی بھی حزب اختلاف مسائل کھڑے کر سکتی ہے۔ اس لئے مرکزی حکومتیں اپوزیشن کو صوبائی حکومت بنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ اس ساری صورتحال کا تجزیہ ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

(1) ہندوستان میں اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اسے دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ قیام پاکستان کا اقدام درست تھا۔

(2) پاکستان ایک قوم ایک ملک کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ جیسے ایک خاندان کو قطعہ زمین مل جائے تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق کمرے تیار کر لیتے ہیں اور خاندان میں اضافے کے بعد مزید کمرے بنا لئے جاتے ہیں ایسے ہی ہمیں نئے صوبے بھی انتظامی سہولت کے لئے بنا لینے چاہئیں۔

(3) اگر پاکستان صوبوں کا وفاق ہوتا تو پنجاب اور بنگال تقسیم نہ ہوتے۔

(4) جمہوریت کی تعریف' عوام کی حکومت' عوام کے ذریعے' عوام کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب انتظامی اکائیوں کا حجم کم اور تعداد زیادہ ہو۔ امریکہ میں پچاس ریاستیں ہیں اور ان کو خود مختاری بھی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مرکز کو چیلنج نہیں کر سکتیں۔ پاکستان میں صوبوں کو خود مختاری حاصل نہیں اس کے باوجود وہ مرکز کے لئے مسئلہ بن جاتے ہیں۔

(5) اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہماری ساری غلطیوں اور بے وقوفیوں کے باوجود ہمارے پاس خطہ پاکستان موجود ہے جس میں ہم اصلاحات کر کے اپنے آنے والے دنوں کو بہتر کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیں' جمہوریت ایک طریقہ انتخاب کے علاوہ ایک رویہ کا نام بھی ہے جبکہ ہمارا مزاج آمرانہ ہے۔ اب ہمیں اپنے آمرانہ رویے کو منصفانہ بنانے کے لئے حقوق و فرائض کی تشکیل جدید' جدید سائنسی بنیادوں پر کرنی ہو گی۔

موجودہ حکومت دانش ورانہ قسم کی ہے اور وہ بہت سے تھنک ٹینک قائم کر رہی ہے بہت سے لوگ تجویزیں دے رہے ہیں اور بہت سی تجویزیں قابل غور ہیں کچھ باتوں کی طرف ان کا دھیان ہے کچھ کی طرف دھیان نہیں ہے۔

کہتے تھے کہ ہم پانچ ہیں اور کے کی صورت اکٹھے ہیں' وہ مکا جس سے ہم دشمن کا منہ توڑ دیں گے۔ اب ہم پانچ نہیں چار ہیں اور چار انگلیوں سے مکہ بھی نہیں بنتا۔ کچھ جانوروں

کے خصائل رکھنے والی طاقتوں کا خیال ہے کہ ہم روٹی کے چار ٹکڑے ہیں اور وہ ان ٹکڑوں کو جھپٹ لینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ لیکن ہمیں تسبیح کی صورت ہونا چاہئے جس میں ہر منکہ اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے اور ایک ڈوری میں پروئے ہونے کی وجہ سے ان میں اکائی برقرار رہتی ہے۔

ہمیں ملک کی انتظامی تقسیم نئے سرے سے کرنی چاہئے اور موجودہ صوبوں کو ختم کر کے ہر ڈویژن کو صوبے کا درجہ دے دیا جانا چاہئے۔ اگر یہ نہیں کرتے تو ہر صوبے کو تین تین اکائیوں میں تبدیل کر کے مندرجہ ذیل صوبے قائم کرنے چاہئیں۔ (1) کراچی (2) حیدر آباد (3) سندھ (4) سرائکستان (5) پنجاب (6) پوٹوھار (7) مکران (8) کوئٹہ (9) قلات (10) پختونستان (11) کوہستان (12) شمالی علاقہ جات وغیرہ۔ قومی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد دوگنی کر دینی چاہئے۔

الیکشن کے طریقہ کار میں بھی تبدیلی کی جائے اور متناسب نمائندگی اور غیر متناسب نمائندگی کے طریقہ کار کو ملا کر ایک نیا تجربہ کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ الیکشن اس طرح کروایا جائے جیسے کہ اب ہوتے ہیں لیکن الیکشن کے بعد ان پارٹیوں کو جنہوں نے الیکشن میں حصہ لیا ہو ان کو بونس سیٹیں دی جائیں۔ وہ اس طرح کہ اگر ایک پارٹی دس لاکھ ووٹ حاصل کرتی ہے تو اس کو بونس میں ایک سیٹ دی جائے۔ اس طرح کوئی پارٹی اگر ایک کروڑ ووٹ لیتی ہے تو اس کو دس سیٹیں اضافی مل جائیں گی۔ اس طرح اگر کوئی پارٹی الیکشن جیتی ہے لیکن سادہ اکثریت حاصل نہیں کر پاتی تو اس کو جو بونس سیٹیں ملیں گی وہ اس سے بہت فائدے میں رہے گی۔ لیکن اگر کوئی چھوٹی پارٹی پورے ملک میں کوئی بھی سیٹ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوتی لیکن پورے ملک میں مجموعی طور پر ووٹوں کی مخصوص تعداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اس کی آواز بھی اسمبلی فلور تک پہنچ جائے گی۔ اس طرح کوئی ایک ووٹ بھی ضائع نہیں ہو گا۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ایک الیکشن میں طاہر القادری صاحب کی عوامی تحریک نے حصہ لیا تھا اور پورے ملک میں اپنے امیدوار کھڑے کئے تھے عوامی تحریک نے پورے ملک سے ووٹ حاصل کئے لیکن کوئی ایک نشست بھی نہ جیت سکی تھی اور یوں اس کے سارے کے سارے ووٹ ضائع ہو گئے۔

پچھلے الیکشن میں تحریک انصاف نے پورے ملک سے الیکشن لڑا اور 30 لاکھ ووٹ حاصل کرنے کے باوجود کوئی سیٹ نہ جیت سکی اور ان کے سب ووٹ ضائع ہو گئے۔

سب سے بڑی بات یہ کہ پیپلز پارٹی نے پنجاب میں بہت زیادہ ووٹ حاصل کئے لیکن اس کے باوجود پیپلز پارٹی پنجاب میں کوئی ایک نشست بھی حاصل نہ کر سکی اور اس کے سب ووٹ ضائع گئے اور پیپلز پارٹی جیسی بڑی پارٹی بھی علاقائی پارٹی بن کر رہ گئی۔

موجودہ طریقہ انتخاب میں بعض اوقات پارٹی قیادت اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ پارٹی کو اتنا متحرک نہیں کر سکتی جتنا کہ اسے کرنا چاہئے جبکہ ہمارے بتائے ہوئے طریقہ کار کے مطابق اگر مجموعی طور پر پارٹی کی کارکردگی بہتر رہتی ہے تو پارٹی قیادت بونس میں ہی ایلکٹ ہو جائے گی۔ ایک اور بات یہ کہ اس سے وفاقی سیاست کرنے والی پارٹیوں کو بہت فائدہ ہو گا۔

متناسب نمائندگی طریقہ انتخاب میں پارٹی لیڈر کی آمریت قائم ہو جاتی ہے اور موجودہ طریقہ انتخاب میں ووٹوں کی بہت بڑی تعداد ضائع ہو جاتی ہے اس لئے ان دونوں کو ملا کر نیا تجربہ کرنے سے ان طریقہ ہائے انتخابات سے فائدہ اٹھایا جا سکے گا اور ان کے نقصانات سے بچا جا سکے گا۔

پاکستان کی نصف صدی کی سیاسی تاریخ سٹریٹ پاور پالیٹکس کے گرد گھومتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ سٹریٹ پاور پالیٹکس جو کہ شہر کے چوراہوں پر توڑ پھوڑ سے شروع ہو کر ملک کی توڑ پھوڑ پر ختم ہوتی ہے۔ اس کا خاتمہ کیا جائے اور ہر وہ آواز جس میں ذرا سا بھی وزن ہے۔ پارلیمنٹ کے فلور پر سنائی دے اور فیصلے ملک کے مفاد میں ہی ہوں۔

بلدیاتی انتخابات لازمی ہوں اور جب بھی بلدیاتی اداروں کو توڑنے کی نوبت آئے تو قانون کے تحت دو ماہ میں نئے انتخابات کروانا لازمی قرار دیا جائے اور میئر کو اور بلدیاتی اداروں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں۔ اب تک یوں ہوتا آیا ہے کہ جب بھی پارٹی لیڈر کو جلسے جلوس کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اس نے کارکن کی قدر کی اور جب پارٹی لیڈران کا کام نکل گیا' پھر کارکن کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ بلدیاتی انتخابات میں پارٹیوں کو ٹکٹ نچلی سطح پر اور کارکنوں کو ہی دینا پڑیں گے اور جب یہ کارکن ایکٹ ہو جائیں گے تو ان کارکنوں میں خود ہی طاقت اور اعتماد پیدا ہو جائے گا اور وہ پارٹی لیڈروں کو من مانی کرنے سے روک سکیں گے۔

قانوناً" سیاسی جماعتوں اور تنظیموں میں ہر دو سال بعد الیکشن کروانا لازمی قرار دیا جائے اور یہ الیکشن نچلی سطح سے بالائی سطح تک ہونے چاہئے۔ جو پارٹی اپنے اندر الیکشن نہیں کرواتی اور نامزدگیوں سے کام چلاتی ہے۔ اسے قانوناً" انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا جائے۔ پارٹیوں میں الیکشن لازمی قرار دینے سے سیاسی پارٹیوں پر خاندانی اجارہ داریاں ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

پارٹی الیکشن کے وقت اسی امیدوار کو ٹکٹ دے جو کم سے کم دو سال تک پارٹی میں شامل رہا ہو اور زیادہ ترجیح اس امیدوار کو دی جائے جو علاقے میں پارٹی کا ایکٹڈ عہدے دار ہو۔

ایک آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن قائم کیا جائے جو ہمہ وقت سیاسی پارٹیوں کی نگرانی کرے۔

صوبے کا وزیر اعلیٰ وفاقی کابینہ کا بھی رکن تصور کیا جائے۔ جب بھی وفاقی کابینہ کا اجلاس ہو اس میں صوبائی وزراعلیٰ کو بھی شامل کیا جائے۔ ان کی رائے لی جائے اور ان کو وفاقی کابینہ کے فیصلوں کا پابند کیا جائے۔

پاکستانی فوج کیونکہ ایک نظریاتی فوج بھی ہے۔ اس لئے وہ ملک پر بوجھ بننے کے بجائے خود کفالت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ فوج انجینئرنگ فورس کو وسعت دے کر نئے سرے سے منظم کرے۔ اور اپنے زیر سرپرستی چلنے والی کمپنیاں قائم کرے اور ملکی اور غیر ملکی سطح کے مقابلے پر تعمیرات کے لئے ٹینڈر داخل کرے اور حکومت نجی ٹھیکیداروں کے مقابلے میں فوجی کمپنیوں کو سڑکیں' پل' ریلوے لائنیں اور دوسری تعمیرات کے لئے ترجیحی بنیاد پر کام دے۔ اس سے ہماری تعمیرات میں مضبوطی' پائیداری اور شان و شکوہ پیدا ہو گا۔ اور فوج کو بھی مالی مدد ملے گی۔

آگے چل کر فوج اپنی نگرانی میں چلنے والے سائنسی اور تحقیقی ادارے قائم کر سکتی ہے جس میں اگر اسے کامیابی ہوتی ہے تو اسے رائلٹی کی صورت میں کافی مدد ملے گی۔ فوج اپنا الگ بنک قائم کر سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے لوگ اپنی بچت سارے بنکوں کو چھوڑ کر فوجی بنک میں جمع کروانا پسند کریں گے۔

الیکٹرانک میڈیا کا سائنسی استعمال۔ کوئی بھی فرد جو ان پڑھ ہے' ضروری نہیں وہ جاہل بھی ہو۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عام روز مرہ کے سائنسی اصول بیان کئے جائیں اور اس تواتر سے نشر کئے جائیں کہ عام لوگ بھی اس میں دلچسپی لینے لگیں۔ جب کسی قوم میں ایک دفعہ سائنسی شعور بیدار ہو جائے تو پھر اس قوم کو آگے بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ سائنس سوچنے' تجربہ کرنے اور حاصل ہونے والے نتائج سے آگے بڑھنے کا نام ہے۔ ایک سائنس دان تین سو فلسفیوں پر بھاری ہوتا ہے۔ سائنسی اصول بہت سادہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بہت زیادہ پڑھنا ضروری نہیں ہوتا۔ انہیں سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ جس کی ہمارے معاشرے میں بہت اہلیت ہے۔

شام چھ بجے سے سات بجے تک قومی نشریاتی رابطے پر علاقائی پروگرام دکھائے جائیں۔ ایک دن سندھی' ایک دن پنجابی' ایک دن بلوچی' ایک دن پشتو' ایک دن براہوی اور ایک دن ہندکو میں پروگرام نشر کئے جائیں۔ اس سے لوگوں میں ایک دوسرے کے بارے میں جو اجنبیت ہے وہ دور ہو گی اور ایک

مشترکہ ثقافت کو ابھرنے کا موقع ملے گا۔ ساتھ ساتھ ملتان' گوادر اور اندرون سندھ نئے ٹیلی ویژن اسٹیشن بھی قائم کئے جائیں۔ ٹیلی ویژن پر دیکھنا یا دکھانا اہم نہیں ہے لوگوں کو محسوس ہونا چاہئے کہ وہ اس میں موجود ہیں۔

کھیلوں کے مقابلے اس طرح ترتیب دیئے جائیں کہ اس میں شرکت ضلع اور ڈویژن کی سطح پر ہو۔ جس طرح صوبائی گیمز ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک پاکستان گیمز کروائے جائیں۔ جس میں ملک کے تمام ڈویژن حصہ لیں۔ اس سے لسانی حوالے کم ہوں گے اور نسلی عصبیت بھی کمزور ہو گی اور لوگوں کو دوسرے حوالے سے شناخت ملے گی۔

زمین کی ملکیت کی حد مقرر کی جائے۔ زرعی زمین جو جتنی کاشت کرے اس کی ہو۔ جو کاشت نہ کرے اس سے واپس لے لی جائے۔ سر چھپانے کی جگہ دینا' حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسلام کا اصول تو سادہ سا ہے۔ زمین خدا کی ہے اور خدا کے بندوں کے کام آنی چاہئے۔ یہ سرکاری زمین اور غیر سرکاری زمین کے کیا معنی ہیں۔ شرح خواندگی میں اضافے کے لئے ہر مسجد کو اسکول کا درجہ دے دیا جائے اور حکومت مسجدوں میں اساتذہ کا تقرر کرے۔ جو امام صاحبان مسجد میں خود درس و تدریس سے متعلق ہوں ان کو اسپیشل کورس کروائے جائیں۔ تاکہ وہ عوام میں تعلیمی اور سائنسی شعور بیدار کرنے میں معاون ثابت ہوں اور "فرقہ وارانہ ہم آہنگی" کے بھی ذمہ دار ہوں۔

حکومت امام صاحبان کا وظیفہ مقرر کرے اور اگر ہو سکے تو مساجد میں امام صاحبان کا تقرر بھی خود کرے اور جو لوگ امامت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں ان کی بھی تعلیم و تر[illegible] امتحان وغیرہ کا بندوبست کرے۔ آخر جو لوگ مذہبی [illegible] کے دعوے دار ہیں ان کا بھی کوئی تو معیار ہونا چاہئے۔ [illegible] طرح فرقہ واریت کا خاتمہ ہو سکے گا اور اس سے ایک اللہ' رسول' ایک ملک ایک قوم کی تشکیل ہو سکے گی۔

اس کے علاوہ سیاسی' سماجی' معاشی عدل قائم کرنے کے لئے' اقدامات کئے جائیں۔ ہمہ وقت احتساب' سفارش' رشوت کا خاتمہ' تقرریاں صرف میرٹ پر ہونی چاہئیں۔ صحت' تعلیم' روزگار اور تفریح کے لئے جتنا کچھ ہو سکتا ہے اس سے زیا[illegible] کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ماضی میں جو کچھ ہمیں نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ہم نے وہ سب کچھ کیا۔ اور جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے نہیں کیا۔ لیکن اب بھی ہم سوچ سمجھ کر درست سمت میں درست قدم اٹھائیں' تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آنے والے وقتوں میں ایک ترقی یافتہ ملک اور ایک مثالی قوم کی صورت دنیا کے سامنے نہ آسکیں۔

اے اللہ' ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر' جن پر تو نے انعام و اکرام کیا۔ نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جو تیرے غضب کا شکار ہوئے اور تباہ و برباد ہو گئے۔ آمین۔

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ آمین۔

ایک استدعا

ایسے رفقاء واحباب گرامی' جنہوں نے علامہ غلام احمد پرویز کو دیکھا اور سنا ہو' ان سے ملاقات کی ہو' پرویز صاحب کا کوئی خط یا تحریر ان کے پاس ہو یا ان کے حافظے میں پرویز صاحب کی کوئی گفتگو محفوظ ہو' ان سے بصد ادب استدعا ہے کہ وہ براہ کرم اپنی یادداشتیں اور خطوط کی نقول یا اصل ہمیں ارسال فرمادیں۔ اس طرح ایک عظیم تاریخی و علمی اہمیت کا حامل ورثہ دست برد زمانہ کی نذر ہونے سے بچ جائے گا اور آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ ہو جائے گا۔

منیجر طلوع اسلام ٹرسٹ
25بی گلبرگ 2' لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور احمد خان (اوسلو، ناروے)

تکلف بر طرف!!

(علماء حضرات توجہ فرمائیں!!!)

یہاں یورپ اور امریکہ میں، جہاں ایک طرف ستاروں سے آگے--- جہانوں اور ان کی وسعتوں کی اور دوسری طرف کہساروں سے آگے سمندروں اور ان کی عمیق گہرائیوں کی بات ہر روز اور ہر شام ہو رہی ہے وہاں-- ہم کیا کر رہے ہیں؟؟

جی ہاں! یہاں ہم بھی رہتے ہیں اور ہماری نوجوان نسل بھی، ہمارے بوڑھے بھی، اور ہماری آنے والی متوقع نسلوں نے بھی یہیں رہنا ہے۔ ہم جانے والوں نے یہاں رہ کر کیا کیا، کیا کھویا کیا پایا۔ یہ ایک علیحدہ ضخیم ناول ہے متعدد عبرتناک اور دل فگار ابواب پر مشتمل، پھر سہی۔ ہمارا آج کا موضوع یہ جانے والے حسرت و یاس کے پیکران ضعف واضمحلال قطعاً" نہیں-- بلکہ آس و مسرت کے مضبوط و مستحکم آج کے نوجوان ہیں۔ نسل امروز ہے۔ یہاں لاکھوں کی تعداد میں پاکستانی مسلمانوں کے علاوہ دیگر ممالک سے آئے بے شمار برادران اسلام برسوں سے آباد ہیں اور اب تو ان کی چوتھی/پانچویں نسل بھی جوان ہو چکی ہے۔ حیران و سرگرداں، یا سرکش یا سرگرباں۔ روٹی کپڑا مکان جیسی بنیادی ضروریات سے تو کم و بیش سب ہی بے نیاز و بے فکر ہو چکے ہیں۔ لیکن-- لیکن پھر مسئلہ کیا ہے؟؟

مسئلہ ہے:

غالب و مغلوب کا۔ مسئلہ ہے پہلے اور دوسرے درجے کے شہریوں کا۔ مسئلہ ہے مالک و محکوم کا، برتر و کمتر کا، مسئلہ ہے مذہبیتوں کی اونچ نیچ کا۔ مسئلہ ہے تیقن و تذبذب کا، "دین" و مذہب کا۔ آج مسئلہ ہے علم و شعور کی ستیزہ کاری کا، جہل و جمود کے ساتھ-- یا للعجب!! الحذر!!

کہتے ہیں آگہی عذاب ہے یارب! بالکل سچ کہتے ہیں۔ ہم پاکستان میں تھے۔ تو کوئی غم نہیں تھا۔ بس اک ترے غم کے سوا۔ کبھی سوچا ہی نہیں تھا، ویسے بھی ہمارے پیران خانقاہ اور شیخان مدرسہ کا حکم تھا کہ سوچنا حرام ہے۔ کبھی Unused کھوپڑی کو خود اور نہ ہی کسی دوسرے کو Touch کرنے کی اجازت دی تھی، حالانکہ بڑے بڑے معیاری کالجوں اور ممتاز یونیورسٹیوں کے طلبا و اساتذہ کے ساتھ برسوں رابطہ رہا۔ بیسیوں علمائے مذہب کی جوتیاں سیدھی کیں، برسوں، تاہم نہ کبھی خود سوچا نہ ہی کسی اور نے سوچنے یا غور کرنے کی ترغیب دلائی لہٰذا-- راوی عیش لکھتا ہے۔ غم پھر کس بات کا؟؟؟

تتفکرو! (قرآن) سوچا کرو، کے نعرہ عظیم کے حامل، شیکسپئر ازم کی تسبیح پھیرنے لگے۔ شیکسپئر افسانے دھراتا، Keats خواب بنتا اور Shalley شاعری گنگناتا رہا اور ہم جھومتے رہے دنیا و مافیہ سے بے خبر و بے غم۔ (میری سمجھ میں تو آج تک یہ نہیں آسکا کہ ہم شیکسپئر ہی کیوں پڑھتے رہے اور اس کا آخر پیغام کیا تھا؟؟ اس کی متروک انگریزی کے بے ہنگم کوڑے ہم پر برسوں برسائے گئے، کیوں؟؟ صرف اس لئے کہ وہ انگریزوں (Our Lord) کا ڈرامہ نگار تھا؟؟؟) چلتے چلتے آپ کو جملہ معترضہ کے طور پر ایک عجیب بات بتاتا چلوں، میں پانچ سال تک پشاور کے ایڈورڈز کالج میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ (اس کالج کا شمار پاکستان کے چند بہترین کالجوں میں ہوتا ہے) کیا آپ جانتے ہیں کہ اس سارے عرصے کے دوران ہمیں کبھی بھی

محمد صلعم بطور مدبّر/ سربراہ مملکت' یا عمرؓ بطور مدبر عظیم/ ممتاز ترین سیاستدان پڑھانا تو درکنار بتایا تک نہیں گیا۔ جبکہ اس کے برعکس Adam Smith اور Robbin وغیرہ کی مشکوک تھیوریز پڑھائی جاتی رہیں۔ یہ ہے نا مقام جہیم۔ رک جانے کا مقام؟؟ بہرحال ہم بے غم و بے نیاز تھے۔ جب فکر و شعور سے پیدل پاکستان میں تھے۔

بے روزگاری تھی یا محض خرمستی' حالات و واقعات نے اچانک سرزمین یورپ میں دے پٹخا۔ بالکل نئی دنیا تھی ہر لحاظ اور ہر حوالے سے۔ آنکھوں نے تو بہرکیف چندھیا ہی جانا تھا' عقل و خرد بھی سنگین ترین چوٹوں سے بچ نہ سکی۔ قدم قدم پر عجیب و غریب واقعات و حادثات۔ جو کبھی خواب و تصور میں دیکھا کرتے تھے اچانک ان کا سامنا اور ان کی محسوس تعبیریں دیکھ کر پریشان و بے چین ہو گئے۔ علم و آگہی عذاب ہے یا رب۔۔ ہر شخص کے پاس روٹی کپڑا مکان تو کیا مادی ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ نہ کوئی حاکم ہے نہ محکوم۔ آقا ہے نہ کوئی غلام۔ کوئی بڑا چور ہے نہ کوئی چھوٹا بھکاری۔ تذلیل انسانیت کم از کم مجھے کہیں نظر نہیں آئی البتہ تکریم آدمیت کے متعدد واقعات متعدد لوگوں کو ازبر ہیں' زبان زد خاص و عام ہیں۔ یہ کیا ہے؟؟ کیوں ہے؟ کیونکر ایسا ہے؟ یہ تعمیر بلند اور تعمیر مثبت کی جانب رخ آخر کس طرح اور کیسے ہوا؟ کیا ان کے پاس کوئی "گیدڑ سنگی" ہے؟؟۔۔ (خیال رہے کہ بات مادہ و رزق یا قانون کی حکمرانی (Rule of Law) ہو رہی ہے روحانی اقدار و ارتقا میں ان کا ابھی وہی حال ہے جو ہمارا ہے۔

یہ کافر لوگ سوچتے کیا ہیں؟ یا ان لوگوں کے فکر و تدبر کے دائرے کون کون سے ہیں؟ یہ منکرین مذہب کس جستجو یا کس کی تلاش میں اکثر اوقات غرق مے ناب رہتے ہیں؟ آیئے دیکھتے ہیں (مضمون ہذا کا تصور مرکزی بھی یہی ہے) کہ ان کے مقابلے میں ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کے کیا نتائج مرتب ہو رہے ہیں ہماری نوجوان نسل پر۔

یہ سیکولر لوگ مختلف نظام ہائے معاشی کی چھان پھٹک میں تو مسلسل مصروف رہتے ہیں' لیکن غربت' رحمت خداو... یا لعنت الٰہی کی بحثوں میں کبھی نہیں الجھے۔ یہ بحث ...ne انہیں صدیاں گزر چکی ہیں۔ نظام سرمایہ داری و جاگیرد... چھینا جھپٹی سے متنفر' سوشلزم/کمیونزم کے بے روح فلسفے سے بے زار اور اب آخر میں مخلوط نظام معیشت کے گر... سوالیہ نشان بنانے کے بعد نئی راہوں اور نئی منزلوں کی ... میں تو دن رات سرگرداں نظر آتے ہیں' لیکن ملکیت ... رحمت اور محرومی رزق تقدیر و تسلیم و رضا ہے' کی قلاب... سے کوسوں دور نکل چکے ہیں۔

یہ لوگ مختلف سیاسی نظاموں کا ہنوز مطالعہ کر رہے ... تاکہ تکریم انسانیت کا تصور زیادہ سے زیادہ اجاگر ہی ن... روبعمل بھی لایا جا سکے۔ لیکن عورت کا ووٹ آدھا اور اس ... سربراہی حرام کے بارے میں سوچنا بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان... صلاحیتوں میں' عورت اور مرد کے حوالے سے تفریق کرنا' ان... کے نزدیک مضحکہ خیز ہی نہیں بلکہ اہانت شعور انسانی ہے۔

ان کے ہاں سماجی اقدار و حدود کی بحث روزمرہ کا وظیفہ ہے مگر نسل پرستی' ذات پات یا آقا و غلام کے فرق و تفاوت کا شائبہ تک نہیں (ہمارے ہاں ابھی تک یہ بھی طے نہیں ہوا کہ سید ایک عہدے کا نام ہے یا نسل کا۔)

یہ کافر لوگ ایک مستقل ضابطہ اخلاق (Permanent Code of Ethics) کی تلاش میں' خوب سے خوب تر کی جستجو کے جذبے کے ساتھ آئے دن سیمینار اجلاس سجائے رکھتے ہیں لیکن جھوٹ بولنا جائز ہے یا ناجائز جیسی موشگافیوں میں کبھی نہیں الجھے۔

یہاں مغرب میں نظام عدل و انصاف کافی ٹھیک چل رہا ہے تاہم اسے بہتر سے بہتر بنانے کی فکر انہیں آئے دن لاحق رہتی ہے۔ شعور عصر اور اس کے تقاضوں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں' لیکن۔۔ عورت کی گواہی آدھی/ساری یا فوجی مقدمات میں کیتا" ناجائز/جائز جیسے جھگڑے اب ان کے لئے قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ ہمارے ہاں جماعت اسلامی اور ان کی تکبیر بلند کرنے

والوں کو معلوم نہیں اس 45/40 سال سے کم عمر کی عورت سے کیا خوف یا پریشانی ہے۔ کہ ادھر اس نے سراٹھایا' (سربراہی)' شروع ہو گئے ادھر اس کی سنگساری کو۔ صرف اپنوں ہی پر پتھر اور کیچڑ اچھالنے والے ان بے چاروں نے شائد اس امر واقعہ پر کبھی غور نہیں کیا کہ عورت بے چاری ہرگز نہیں بلکہ تاریخ انسانیت کے متعدد ابواب میں اپنے آپ کو زبردست چارہ گر منوا چکی ہے۔ یہود و ہنود کی سربراہی کرتے ہوئے گولڈا میئر' اندرا گاندھی' بندرانا کے وغیرہ وغیرہ نے' ہمیں یاد سب ہے ذرا ذرا' تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد۔۔ ہم جیسے مسلمانوں کو ہمارا ہی فراموش کردہ سبق یاد دلانے کی گویا شعوری کوشش (Conscious Efferts) کی تھیں۔ مشرق وسطیٰ اور شرق پاکستان پر چڑھائی اور قبضہ ابھی کل کی بات ہے۔ کہئے کیا اب بھی اس کا ووٹ آدھا' گواہی مردود اور عقل مشکوک؟؟ سوچا کریں؟

مختصر یہ کہ ان کافر لوگوں کو ایک مکھی' ایک مچھر یا ایک جراثیم کے گرد سرگرداں اور سر پٹختے تو ضرور دیکھا ہے لیکن کوا حلال ہے یا حرام کی بحث میں کتابیں کوا رنگ کرتے دیکھا ہے' سنا ہے نہ پڑھا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ہے یہاں بھی پی ٹی وی کی نشریات آنا شروع ہوئی ہیں۔ اگلی بات سننے سے پہلے یہ بھی ذہن میں رکھئے گا کہ یہ چینل 60/50 ملکوں میں دیکھا جا رہا ہے۔ ایک دن ایک صاحب بنام ڈاکٹر غلام مرتضیٰ اعوان' جی ہاں ڈاکٹر صاحب' اس فروعی بحث میں الجھے ہمیں بھی الجھا رہے تھے کہ آیا اونگھ آجائے یا ہوا کے خارج ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا قائم رہتا ہے۔ (یہ ہے ہمارا آج کا مسئلہ دراصل۔۔) جبکہ کافر لوگ ہوا۔۔ کے دوش پر نکل کھڑے اربوں میل دور خلابازوں کے اونگھنے کی خبر اس لئے رکھتے ہیں کہ کہیں زمین و آسمان والوں کا نصب العین نہ اوجھل ہو جائے۔

یہاں کی نوجوان نسل' ڈاکٹر (ہائے) موصوف کی مذکورہ بالا جلترنگ دیکھ سن کر اس سوچ میں پڑ جاتی ہے کہ کیا ہمارے علماء حضرات کا کام اور TV کا استعمال اسی 21 ویں صدی میں بھی یہی ہے کہ وضو کی جزئیات پر اس قدر انہماک کے ساتھ روشنی ڈالی جائے؟ علمائے کفر تو ایک طرف پوری دنیا کے ساتھ ہاتھ کر گئے یا بقیہ کائنات پر بھی ہاتھ صاف کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ہم ہیں کہ ابھی تک اسی الجھن میں الجھے ہوئے ہیں کہ ناخن پالش۔ جو وضو اور نماز کی مقبولیت کے درمیان دیوار چین (بجبیس) بن کر کھڑی ہے' کو کس طرح' کھرچ کھرچ کر' گرا دیا جائے کہ عورتوں کی نمازوں کو بھی مردوں کی نمازوں کی طرح شرف قبولیت حاصل ہو سکے۔ (تکلف برطرف! کیا قیام صلوٰۃ اور حلقہ بندی نماز میں صرف یہی ایک Polished دیوار حائل ہے؟ سوچا کریں!)

اس محفل میں' جیسا کہ شروع میں عرض کر چکا ہوں' ذکر ہے آج کی اس حیرت و تذبذب زدہ نوجوان نسل کا کہ جس کی طرف اگر توجہ نہ دی گئی تو یہ بھی گویا ہاتھوں سے نکل جائے گی' بالکل اسی طرح کہ جس طرح ہم گزر رہے ہیں اپنوں اور بیگانوں سب کے لئے ایک عبرتناک سوالیہ نشان بن کر' خدارا توجہ فرمایئے !!

یہاں شمالی یورپ میں بھی' امریکہ اور وسطی یورپ کی طرح' نمازیوں سے زیادہ مسجدیں (پرستش گاہیں) بن چکی ہوئی ہیں۔ ایک ایک فرقے کی پانچ پانچ علیحدہ مسجدیں (اسے کہتے ہیں عروج مذہب اور زوال دین۔۔۔) والدین کی توجہ ان کے اخلاق باختہ بچوں کی طرف دلائی جاتی ہے' انہیں حیائے مذہب کے واسطے دے دے کر اپنی اپنی مسجدوں میں بلایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی حاضری کی حالت یہ ہے کہ ماسوائے عیدین یا جمعہ پڑھنے کے مسجدوں میں بمشکل ایک صف شائد ہی مکمل ہوتی ہو۔۔ خطیب مسجد کی بار بار کی چیخ و پکار اور ثواب دارین کی ترغیب کے علی الرغم صورت حال یا حاضری اس قدر مایوس کن کیوں ہے؟ یہ یقیناً لمحہ فکریہ ہے ہم سب کے لئے۔ گستاخی معاف! کہیں یہ ہمارا اور ہمارے نوجوانوں کا علماء حضرات کے فکری شعور یا ذہنی سطح کے خلاف۔ خاموش احتجاج یا دبے پاؤں

فرار تو نہیں؟ (عید کی نماز کے موقع پر' ہم بھی وہیں موجود تھے' ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ فلانے گھر کے طلائی زیورات' زکوٰۃ و خیرات نہ کرنے کی وجہ سے' اچانک راتوں رات پیتل میں تبدیل ہونا شروع ہو گئے۔ مولانا موصوف کی دم بخت خدمات کی بدولت سونے کو مزید پیتل بننے سے روک دیا گیا۔ فرمائیے ! اب یہاں فقیرا کیا کرے؟ قرآنی اعلانات **ونه اسلم من فی السموات والارض**۔ (3:82) خارجی کائنات کی ہر شے' قانون خداوندی کی اطاعت' طوعا کر رہی ہے (41:11) اور **فلن تجد لسنت الله تبدیلا' ولن تجد لسنت الله تحویلا** (35:43) کہ تم کبھی بھی خواہش خداوندی میں تبدیلی یا تحویل نہیں پاؤ گے' اور اس مفہوم کی سینکڑوں آیات ہم لاچار و بے بس کدھر چھپا دیں؟

مذکورہ بالا سربکریباں خاموش احتجاج کو جب جرات زبان اور قدرت اظہار نصیب ہوتی ہے تو وہ مندرجہ ذیل نالے اور لاوے کی شکل میں پھوٹ پڑتا ہے' ذرا ٹھنڈے دل سے توجہ فرمائیے گا! یہاں کے نوجوان پوچھتے ہیں :

(1) یہ کفار خوش حال اور ہم جملہ مسلمان بدحال کیوں ہیں؟ یہ خوش حال ہی نہیں' ہمارے روزی رساں اور ان داتا بنے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ (ابھی کل جب کلنٹن نے۔۔۔ جی ہاں کلنٹن نے۔۔۔ نماز گزار عراقی مسلمانوں کی روٹی روزی بند کی ہے' 'Economical Sanctions' تو وہاں اب تک لاکھوں بچے بوڑھے بھوک اور بیماری سے مر چکے ہیں۔۔) کیا خدا نے ہم مسلمان نمازیوں' حاجیوں اور روزہ داروں کا رزق و روزگار بھی ان بے نمازیوں کے ہاتھ میں دے دیا ہے؟

(2) یہ لوگ سائنس اور ٹیکنالوجی میں کہاں تک پہنچ چکے ہیں تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کون نہیں جانتا کہ اب مریخ پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں' اور ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ مائیک اینڈ لاؤڈ سپیکر کا استعمال دوران نماز جائز ہے یا ناجائز؟؟ کیا یہ صحیح ہے کہ دیگر علماء مذہب کے علاوہ دور جدید کے مودودی مرحوم بھی مردے کی آنکھیں اندھے کو منتقل کرنے کے سخت خلاف تھے؟ یہ کیا کہ جن کا مذہب (عیسائیت) علم و دریافت کے خلاف تھا وہ تو علم و آگہی کی بلندیوں پر اور جن کے دین (قرآن) کا اعلان' **سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منه۔ ان فی ذلک لایت القوم یتفکرون** (45:13) (کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جو بھی کچھ ہے اس نے سب کچھ تمہارے لئے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے اور اس میں یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔)

چودہ سو سالوں سے موجود ہے۔ وہ ظلمت و جہالت کی پستیوں میں ابھی تک مست و مدہوش پڑے اونگھ رہے ہیں؟ ایسا کیوں ہے؟ اس زوال و ذلت قوم کے مجرمین کون ہیں؟ جواب دیجئے!!!

(3) یہاں سکولوں کالجوں وغیرہ میں تخلیق انسانی کے ضمن میں Darwin بعد از بسیار تحقیق اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ بمعہ تصاویر پڑھایا جاتا ہے جبکہ ہماری مسجدوں یا گھروں میں آدم و حوا کے وہی عجیب و غریب قصے سنائے جاتے ہیں جو کبھی صدیوں پہلے عیسائیت کے حوالے سے سنے جاتے تھے (اطلاعا" عرض ہے کہ اب تو عیسائیت بھی آہستہ آہستہ' خاموشی کے ساتھ' ان غیر معقول حصوں سے کنی کترا رہی ہے) اس سلسلے میں نوجوان نسل انتہائی متذبذب ہو کر مسلسل سراپا سوال ہے' عرض ہے کہ علامہ حضرات مندرجہ ذیل شکوک و شبہات یا سوالات *پڑھ کر چیں بہ جبیں قطعاً* نہ ہوں کہ اولا" سوال کرنا ان کا حق ہے اور جواب دینا ہم بڑوں کا فرض اور ثانیا" یہ ہمارے احترام و تقدس کا بھی سوال ہے۔ نوجوان پوچھتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے :

(4) اکثر یہی سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ راہ گم کردہ انسانوں کی طرف بھیجے جاتے تھے' تو پھر یہ فرمائیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا جبکہ اس وقت گمراہ تو کیا ہدایت یافتہ انسان بھی کہیں موجود نہ تھا؟؟

(ا) کیا خدائے علیم و خبیر کو معاذ اللہ یہ بھی علم نہ تھا کہ بابا آدم

جنت میں اکیلے بور ہو جائیں گے لہٰذا لگے ہاتھوں بی بی حوا بھی بنا دی جائے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ مٹی کم پڑ گئی تھی؟؟؟

(ب) کیا حوا (عورت) کی تخلیق کا مقصد محض آدم (مرد) کا دل بہلانا تھا؟ گویا عورت' کھلونا (Play thing) ہے مرد کے لئے؟؟

(د) حوا کو آدم کی پسلی ہی سے پیدا کرنے میں کیا حکمت و فلسفہ ہے؟؟؟ اشارہ کیا اس کی کج فہمی اور سخت مزاجی کی طرف ہے؟؟ کیا دنیا کی ساری عورتیں کج فہم اور سارے مرد "خوش فہم" جواب سوچ کر دیجئے گا کہ بات بہت دور تک جا سکتی ہے۔

(ر) انبیائے کرام سے چھوٹی موٹی تدبیری لغزش یا سہو کا امکان تو مان لیتے ہیں لیکن یہ کیا کہ جب نبی' وہ بھی اول' کو صرف ایک بات سے سختی کے ساتھ منع کیا جائے (سوچئے کہ چھوٹ کتنی زیادہ ہے) اور بابا آدم صرف اتنی سی پابندی یا ممانعت پر قائم نہ رہ سکے؟؟؟ اور پھر غلطی آدم سے ہوئی اور بھگت ہم رہے ہیں صدیوں سے؟ یہ کیسا انصاف ہے؟؟

(Sins of The Fathers Visit The Sons.)

(ص) ایک طرف بتایا جاتا ہے کہ (فقط) ایک شجر' درخت کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ بابا آدم نے گندم کا دانہ کھایا تھا؟ جنت میں گندم درختوں پر اگتی ہے کیا؟؟؟

(ض) اگر آدم بور نہ ہوتے یا غلطی نہ کرتے (اور منشاء خداوندی بھی یہی تھا) تو ظاہر ہے آدم ہنوز جنت بخشش میں عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ اب جو یہ دکھوں بھری دنیا معرض وجود میں آئی تو کیا یہ ایک غیر پسندیدہ حادثے (جرم آدم) کے نتیجے میں خدا کی مرضی کے خلاف رونما ہوا سب کچھ؟؟ یہ پروگرام خدا کا تو نہ تھا؟ تو پھر یہ پروگرام کس کا تھا؟

(ف) چلئے بہرکیف آدم و حوا کو زمین پر بھیج دیا گیا آسمان سے زمین پر۔ یہاں کوئی ذی روح شے موجود نہیں تھی۔ ان کے بچے پیدا ہونا شروع ہوئے اور پھر دوسری نسل کیسے پیدا ہوئی؟ بہن بھائیوں کے آپس میں نکاح؟؟ کیا مجبوری تھی کن فیکون پر قادر مطلق کو؟ جواب دیجئے؟؟

علاوہ ازیں' یورپ کے نوجوان یہ بھی پوچھتے ہیں:

(ق) قرآن کریم میں نکاح کے لئے دو شرطیں ملتی ہیں۔ اول یہ کہ فریقین ذہنی اور جسمانی طور پر بالغ ہوں اور دوم یہ کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔ اب بتایئے کہ ہمارے ہاں بچوں کی منگنی اور (مروجہ انداز کا) نکاح کیسے رواج پا گیا؟ کون ہے جو یہ نکاح دھڑا دھڑ پڑھوا رہا ہے؟ اور کون ہیں وہ والدین جو اس جبری فعل کو خود بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور بچوں سے بھی تسلیم کروا لیتے ہیں؟ ان کے خلاف Action کیوں نہیں لیا جاتا؟ جبر تو اسلام میں کلیتاً" حرام ہے چاہے وہ ذہنی ہو' جسمانی ہو یا اخلاقی!!

(ک) کیا یہ واقعی صحیح ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر بوقت نکاح 6 سال اور رخصتی کے وقت 9 سال تھی؟ جبکہ نبی پاکؐ کی عمر بالترتیب 53 اور 56 سال؟ نوجوان عصر بڑے عجیب و غریب سوال کرتے ہیں اس سنت نبوی پر خدارا جواب دیجئے! (خیال رہے کہ یہ واقعہ بخاری شریف میں درج ہے اور اس طرح قرآن و سنت میں (معاذاللہ) بڑا بنیادی اور شدید ٹکراؤ پیدا ہو رہا ہے) یہ بھی اطلاعاً" عرض کرتا چلوں کہ یہ اور اس قسم کے دیگر واقعات خود نارویجن اپنی زبان میں منتقل کر کے سکول کالجوں کی نصابی کتابوں میں شامل کر رہے ہیں۔ میرے پاس تو ان کی ان حرکتوں اور سوالوں کا قطعاً" کوئی جواب نہیں۔ مذہبی زعما سے درخواست ہے کہ بتائیں اب کیا کیا جائے؟

(گ) اس مروجہ حلالے کا کیا جواز ہے؟ پھر عرض کر دوں کہ یہ حرکتیں یہاں بھی جاری و ساری ہیں۔ اور نوجوان لڑکے لڑکیاں منہ میں انگلیاں دبائے' حیران و پریشان بلکہ سراپا سوال ہیں کہ غلطی تو مرد نے کی تھی اور سزا ایک رات کی جبراً" ہم بستری بچوں والی معصوم عورت کو؟ (ذرا سوچئے! ہو سکتا ہے "مجرمہ" بھائیوں والی بھی ہو' اس کا باپ بھی زندہ ہو) پیشوایان مذہب خدا کے لئے جواب دیں! یا پھر نہ کہئے گا کہ نوجوان نسل مذہب سے بیگانہ ہی نہیں سرکش ہو گئی اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ واضح رہے کہ ہمارے بچوں کو یہاں کے سکولوں' کالجوں اور

یونیورسٹیوں میں اپنے ہم جماعت دوسرے تمام طلباء و طالبات (نارویجن) کے اسی قسم کے تکلیف دہ سوالوں کا مسلسل سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ارباب جبہ و دستار فرمائیں انہیں کیا جواب دیا جائے؟

آخر میں اسی سلسلے کا ایک اور لمحہ فکر جو آپ کی مزید توجہ کا متقاضی ہے: اکثر و بیشتر والدین یہاں اپنے بچوں کے فکری الحاد یا عملی ارتداد کے علاوہ ان کے اخلاقی انحطاط کا بھی رونا روتے رہتے ہیں۔ اس موضوع پر جگہ جگہ بحثیں ہوتی رہی ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ بچے بدتمیز اور سرکش کیوں ہو گئے؟ میرا جواب' علاوہ دیگر وجوہات کی نشاندہی کے یہ تھا کہ بڑوں یا بزرگوں کے سامنے بچوں کا رویہ یا رد عمل تین طرح کا ہو سکتا ہے۔ اول ادب و احترام کی شکل میں' دوئم خوف و حزن کی صورت میں اور سوئم وہی اور آخری شکل یعنی بدتمیزی اور سرکشی۔ آج عمومی صورت حال یہ ہے کہ پہلی دو صورتیں دیکھی کہیں کہیں میں نے۔ دکھ اور دکھ وہی ہے کہ جس کا رونا رویا جا رہا ہے۔ ماہرین نفسیات کا مشترکہ اعلامیہ ہے کہ ڈر اور احترام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ڈر تو ہم ڈانگ سوٹے کی بدولت بھی پیدا کر سکتے ہیں (گو کہ یہ طریقہ واردات بھی اب مشکوک ہو چکا ہے) لیکن بچوں کے دلوں میں اپنے لئے احترام یا قدر و منزلت پیدا کرنے کے لئے ہمیں بہر طور اور بہر کیف ثابت کرنا ہو گا کہ ہم واقعی احترام کے قابل ہیں' لائق تکریم ہیں' قابل قدر ہیں۔ ہے نا مشکل کام؟ یاد رہے کہ ہر راحت کے لئے زحمت لایفنک ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ عمر رسیدگی اور لڑکپن دو مختلف چیزیں ہیں بلکہ بعض اوقات دو متضاد و متصادم حقیقتیں بن کر ابھر آتی ہیں۔ بہرحال' جہاں تک بچوں سے حسن سلوک کے تقاضے کا تعلق ہے' وہ کوئی مشکل چیز نہیں بشرطیکہ پہلے ہم خود انہیں محسوس طور پر (Practically) اپنے بڑوں اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے ہوئے دکھائیں' اپنے انداز حسن کارانہ کا مسلسل بطور مستقل قدر مظاہرہ کریں۔ رہی بات تقاضائے احترام کی تو عرض ہے کہ اس کا تعلق صرف دل سے نہیں دماغ سے بھی ہے بلکہ دماغ سے اس کا رشتہ زیادہ گہرا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے ذرا خود سوچئے' خود سے ایک سوال کیجئے کہ آپ دراصل کس کا احترام کرتے ہیں اور کیوں ایسا مسلسل کرتے ہیں۔ آپ کو جواب فوراً" مل جائے گا۔ میں نے ایک بار ایک ممتاز و معروف پروفیسر صاحب سے ایک سوال پوچھا کہ ایک استاد یا پروفیسر کے لئے سب سے زیادہ ضروری وہ کونسی بات یا کام ہے جس کا ہمہ وقت یاد رکھنا اس کے لئے لازمی ہو' فرمانے لگے کہ دنیا کا کوئی استاد' امام یا پروفیسر ایک کامیاب راہبر و ہادی کبھی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے طلباء کے دلوں میں اپنے لئے احترام نہ پیدا کرے۔ اور احترام صرف اور صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب موصوف یہ ثابت کر دے کہ وہ اپنے بڑے بزرگوں کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہے' اس کا عمل دل نشین اور تعلیم ذہن نشین ہو رہی ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اور وہ اتنی سی بات صرف یہی ہے کہ آپ اپنے بچوں کو دماغی طور پر یہ یقین دلا دیں کہ آپ صاحب علم ہی نہیں ذوق علم بھی رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنوں اور دوسروں کے دلوں میں ادب و احترام پیدا کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ آپ ضرور ہی کسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہوں' ضروری یہ ہے کہ آپ علم و شعور کے علم بردار ہوں' دلیل و برہان کے قدر دان ہوں۔ بچوں کے ذریعے اگر کوئی نئی بات (آئین نو) آپ کے سامنے آئے یا پوچھا جائے تو مکمل توجہ' شوق اور ذوق کے ساتھ سنیں۔ اگر آپ اس بات کے بارے میں علم رکھتے ہوں تو نہایت تحمل و بردباری اور ثبوت و دلیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں' نہیں جانتے تو اپنی لاعلمی کا پوری جرات اور خوش اسلوبی کے ساتھ اقرار کر لیجئے بلکہ بچوں کو بولنے اور وضاحت کی دعوت فراخدلانہ دیجئے۔ اگر وہ بات یا سوچ (Approach) آپ کے ذہن یا عقیدہ کے خلاف ہے پھر بھی بجائے جز بز ہونے یا ڈانٹنے کے بچوں کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سنیں اور غور فرمائیں۔ اقبالؒ نے بھی تو ہمیں یہی نصیحت قرآنی یاد دلائی تھی:۔

آئین نو سے ڈرنا' طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے -- قوموں کی زندگی میں

پھر واضح کر دوں کہ ان پڑھ ہونے اور جاہل ہونے میں لمبا چوڑا فرق ہے' بالکل اسی طرح جس طرح انگریزی بولنے میں اور عقل و شعور کی بات کہنے میں۔ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ ایک ان پڑھ' جاہل بھی ہو بالکل اسی طرح یہ بھی لازمی نہیں کہ ہر "پڑھا لکھا" ہمیشہ فکر و تدبر کی بات کرے۔ پڑھے لکھے جاہل تو آپ نے اکثر دیکھے ہونگے' اور دوسری طرف کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انبیاءؑ و صحابہؓ (جو کبھی کسی کالج یونیورسٹی میں نہیں گئے) کا لگایا ہوا انقلابی فکر و عمل کا دھکا یا اس کے Momentum کی لرزاہٹ آج بھی دنیا کے کونے کونے میں محسوس کی جا رہی ہے؟ کیوں؟ اس لئے کہ انہیں دراصل روح عصر کا ادراک تھا (قرآن)' شعور زمان و مکان کا درحقیقت غلغلہ تھا (قرآن)' وہ فکر و عمل کا متقاضی آئین نو تھا (قرآن)' جو آج اپنے وارثین کو بھی پرواز و عروج سے ہمکنار کرنے کو نجانے کب سے بے تاب اور منتظر ہے۔ یہی تھا وہ آئین نو جس نے قیامت تک ہر انسان کو قابل تکریم بنا دیا۔ قابل احترام بنا دیا۔ اسی کا اتباع کیجئے' آپ کی نوجوان نسل تو کیا پوری نسل انسانی آپ کا احترام کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ محض مشرق کیا؟ پورا جہان آپ کا اپنا امام تسلیم کر لے گا۔ آمین

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی!!!

سانحہ ارتحال

یہ خبر انتہائی دکھ کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم مقبول محمود فرحت صاحب کے سب سے چھوٹے بھائی خالد محمود' دمام' سعودی عرب میں دو ہفتے بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم ایک نیک سیرت اور دل درد مند رکھنے والے انسان تھے۔ اللہ تعالی انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ ادارہ مقبول فرحت صاحب' مرحوم کی بیوہ اور دیگر اعزہ اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ادارہ طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

فرقہ اہل حدیث کی جانب سے پانچ ہزار احادیث میں خطرناک تحریف

امام ابن تیمیہ کے دادا شیخ عبدالسلام جو حدیث کے امام تھے، نے حدیث کی تمام کتابوں سے صحیح احادیث کا انتخاب کر کے ان کا مجموعہ منتقی الاخبار کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں 5029 احادیث ہیں اور فرقہ اہل حدیث کے علماء کا دارومدار اسی کتاب پر ہے۔ چنانچہ اس کا اردو ترجمہ اہل حدیث کے اشاعتی ادارے دار الدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی جانب سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمے کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں فرقہ اہل حدیث کے علماء کی جانب سے ایسی خطرناک تحریف کی گئی ہے جس کی زد ختم نبوت کے عقیدہ پر پڑتی ہے۔

مسلمانوں کے ایک فرقے کا عقیدہ ہے (چہار دہ معصومین) یعنی چودہ معصوم انسان ہیں۔ ان کے نزدیک یہ چہار دہ معصوم رسولؐ اللہ اور آپؐ کی آل پر مشتمل ہیں۔ ان حضرات کے عقیدے کے مطابق یہ سب معصومین نبوت میں شریک تھے۔ مسلمانوں کا یہ عام عقیدہ ہے کہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی معصوم انسان تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ پر مسنون درود کے الفاظ یہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن ان حضرات نے اس مقصد کے لئے درود شریف میں آل کے لفظ کا اس طرح اضافہ کر دیا جو عربی زبان کے قواعد کے مطابق بھی غلط ہے۔ اس اضافے کے بعد درود شریف کی عبارت یوں ہو گئی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عربی زبان کا یہ مشہور قاعدہ ہے کہ اسم ضمیر پر، اسم ظاہر کا عطف نہیں ہو سکتا اور اگر کبھی ایسے عطف کی ضرورت ہو تو پھر متعلقہ حرف جار دوبارہ لانا ضروری ہے۔ درود شریف کی عبارت میں علیہ کے آخر میں "ہ" ضمیر متصل ہے اور اس کے بعد لفظ "آل" اسم ظاہر ہے۔ اب اگر "آل" کو اسم ضمیر پر بطور عطف لانا ہے تو اس سے پہلے حرف جار علیٰ کا دوبارہ لانا ضروری ہے۔ اس طرح اس اضافہ شدہ درود کی عربی زبان کے مطابق صحیح عبارت یہ ہو گی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم۔

لیکن جس فرقے نے لفظ "آل" کا اضافہ کیا ہے ان کے نزدیک چونکہ آل نبوت میں شامل ہے اس لئے وہ اس لفظ سے پہلے حرف جار علیٰ دوبارہ استعمال نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک درود شریف کی عبارت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی صحیح ہے اور جیسا کہ بتایا جا چکا ہے یہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق غلط ہے کیونکہ اس سے تو "آل" کو

بھی عقیدہ چہار دہ معصومین کے مطابق نبوت میں شامل سمجھا جائے گا۔

جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق اگر "آل" کے شروع میں حرف جار دوبارہ لایا جائے تو پھر درود شریف میں "آل" کے لفظ کے اضافے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جن لوگوں کا عقیدہ چہار دہ معصومین کا ہے وہ لفظ "آل" سے پہلے حرف "علیٰ" ضرور استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح "آل" کو بھی نبوت میں شریک سمجھا جا سکتا ہے۔

کوئی بھی فرقہ ایسا عقیدہ رکھ سکتا ہے لیکن کسی کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس کے حوالے سے ہزاروں احادیث میں تحریف کر دے۔ حیرت کی بات ہے کہ احادیث میں اس خطرناک تحریف کے مرتکب' فرقہ اہل حدیث کے علماء ہیں' احادیث کی 47 کتابیں ہیں' ان سب میں درود شریف کی وہی عبارت' اختیار کی گئی ہے جو عربی زبان کے مطابق صحیح ہے۔ ان میں کسی ایک جگہ بھی "آل" کا اضافہ نہیں ملتا۔ لیکن فرقہ اہل حدیث کے علماء نے ہزاروں احادیث میں یہ اضافہ کر کے عقیدہ ختم نبوت پر کاری ضرب لگائی ہے۔

اگر ان کی طرف سے احادیث نبوی میں یہ خطرناک تحریف جہالت کی وجہ سے کی گئی ہے تو یہ اور بھی قابل مذمت ہے۔ کیا اس فرقے میں کوئی ایک عالم دین بھی ایسا نہیں تھا کہ جسے اس خطرناک تحریف کا احساس ہو۔ طلوع اسلام کے قارئین اس قسم کے انکشافات کے ثبوت مانگتے ہیں' ان کی تسلی کے لئے ہم نے یہ کتاب خرید کر طلوع اسلام کی لائبریری میں رکھ دی ہے۔ جن قارئین کو ہماری تحقیق پر شک و شبہ ہو وہ ان کتابوں کی زیارت کر سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم فرقہ اہل حدیث سے درخواست کریں گے کہ اگر ان میں تھوڑا بہت بھی خوف الٰہی ہے تو وہ اس خطرناک تحریف کا مداوا کرنے کی کوشش کریں اور اپنی اس خطرناک تحریف کی غلطی کو تسلیم کریں۔

جنرل ضیاء الحق کا علماء کو شاندار خراج عقیدت

جنرل صاحب نے زکوٰۃ کے نام سے بنکوں کے سود سے جو رقم اکٹھی کی تھی اس کا متعدد حصہ' علماء حضرات کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ ضیاء الحق زندہ باد کے نعرے لگائے بلکہ اس کے زکوٰۃ آرڈیننس کو اسلامی نظام کے قیام کا سنگ میل قرار دیا۔ یہ لوگ ابھی تک بنک کے سود والی اس زکوٰۃ سے لاکھوں روپے وصول کر رہے ہیں۔ بعض حضرات اس حرام مال کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع بھی استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس آرڈیننس کا ایک ایک لفظ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے جس کی تفصیلات طلوع اسلام میں پیش کی جا چکی ہیں اس پر جنرل صاحب نے وضاحت حاصل کی تو انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی یہ آرڈیننس اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے فوری طور پر اس کا عشر والا حصہ منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن چار سال بعد اسے پھر نافذ کر دیا۔ کیونکہ اس کا مقصد اسلام کا نفاذ نہیں تھا بلکہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے اسلام کو استعمال کرنا تھا۔

ایک موقع پر ان کی خدمت میں ایک پمفلٹ پیش کیا گیا جس میں تمباکو نوشی کے حرام ہونے کے بارے میں علمائے اسلام کے فتاویٰ کو جمع کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ ایک

صدی پہلے جب یورپین اقوام نے' مسلمان ممالک میں تمباکو نوشی کو رواج دیا۔ تو تمام اسلامی ممالک کے علماء نے اسے انسانی صحت کے لئے مضر قرار دیتے ہوئے حرام قرار دے دیا تھا۔ جنرل صاحب نے اس پمفلٹ کے مطالعہ کے بعد سگریٹ نوشی ترک کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

اس پر اخبار نویسوں نے ان سے کہا کہ اگر وہ سگریٹ نوشی کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں تو اس پر مکمل پابندی کیوں نہیں لگا دیتے؟ اس پر انہوں نے کہا کہ سگریٹ ساز کمپنیاں بڑی طاقتور ہیں' انہوں نے بہت سے لوگوں کے ضمیر خرید رکھے ہیں' اس لئے کوئی بھی اس کے حرام ہونے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتا۔ اس وضاحت میں اگرچہ جنرل صاحب نے علماء کا نام تو نہیں لیا۔ لیکن ان کا واضح اشارہ انہی کی طرف تھا کیونکہ اس کے حرام ہونے کے بارے انہوں نے ہی کچھ کہنا ہوتا ہے۔ لیکن سگریٹ کمپنیوں نے ان کے ضمیر خرید رکھے ہیں۔ ابھی کچھ دن پہلے سگریٹ نوشی کے حرام ہونے کے بارے مفتی مصر کا فتویٰ بھی شائع ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے علماء حضرات اس برائی کے بارے میں خاموش ہیں۔ جس پر اس غریب قوم کا پورا ایک کھرب روپیہ ہر سال برباد ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی نئی نسل کی صحت بھی تباہ ہو چکی ہے۔

توہین رسالت کا قانون اور علماء

کوئی بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب سیرت النبی کی ایک سالانہ کانفرنس میں جنرل ضیاء الحق صاحب نے ایک ایسی کتاب پر انعام دیا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین کی گئی تھی' تو راقم نے اٹھ کر اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس وقت اس تقریب میں سینکڑوں علماء موجود تھے ان میں سے کراچی کے مولانا طٰہٰ سین صاحب کے سوا کسی نے تائید نہ کی۔ تاہم راقم نے اس کتاب جس کا عنوان "سراجاً منیراً" تھا اور اس سے پہلے ایک کتاب جس کا عنوان "محمدؐ" تھا' اخبارات میں اس کے اس مواد کی طرف اشارہ کیا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین کی گئی تھی۔ چنانچہ آخرالامر حکومت نے مجبور ہو کر ان دونوں کتابوں کو ضبط کر لیا۔

راقم نے اس سلسلے میں مختلف علماء کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان میں سید اسد گیلانی مرحوم' علامہ جاوید غامدی' جناب لیاقت بلوچ' اردو ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وغیرہ شامل تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ کسی عالم دین نے اس بارے میں تعاون نہ کیا۔ کیونکہ اس کے لئے جنرل ضیاء الحق کی مذمت کرنی پڑتی تھی۔ جنرل صاحب نے بعد میں توہین رسالت کا قانون نافذ کر دیا۔ اس پر مجھے سید اسد گیلانی مرحوم کا پیغام پہنچا کہ اب تو قانون بھی نافذ ہو چکا ہے اور کتابوں کو بھی بحق سرکار ضبط کیا جا چکا ہے تو آپ مزید کیا چاہتے ہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ جن لوگوں نے ان کتابوں پر انعام دینے کی سفارش کی تھی' ان کے خلاف بھی کارروائی ہونی چاہئے۔ اس کارروائی کے نتیجے میں چونکہ جنرل ضیاء الحق کی بھی مذمت ہوتی تھی' اس لئے پھر علماء خاموش ہو گئے۔

اب بھی ہمارے علماء اگر اس بارے میں مخلص ہیں تو وہ حکومت سے مطالبہ کر کے انعامات کی سفارش کرنے والے ان اہل علم کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے وزارت ہی کے ایک افسر نے بتایا کہ یہ سفارش

کرنے والے ان کے اپنے لوگ ہیں اس لئے وہ کبھی ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

ضلعی حکومتیں اور مذہبی جماعتیں

موجودہ حکومت نے ضلعی حکومتوں کی جس سکیم کا اعلان کیا ہے مذہبی جماعتوں نے ان حکومتوں میں اپنا حصہ حاصل کرنے کے لئے مختلف اضلاع کے دورے شروع کر رکھے ہیں۔ حال ہی میں اس بارے میں جماعت اسلامی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل عزیزم فرید پراچہ صاحب کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اضلاع کے بڑے بڑے زمینداروں نے ان ضلعی حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑے سخت الفاظ میں ان زمینداروں کی مذمت کی ہے۔

ان کا یہ مضمون پڑھ کر مجھے نصف صدی پہلے کا ایک تاریخی واقعہ یاد آگیا وہ یوں کہ عزیزم فرید پراچہ کے والد مولوی گلزار احمد مظاہری صاحب اس وقت ضلع میانوالی کے امیر جماعت اسلامی تھے۔ ان کے ساتھ مرکز جماعت کے ایک لیڈر علی احمد صاحب اور مولوی علی محمد صاحب (جو بعد میں ضلع میانوالی کے امیر منتخب ہوئے اور ابھی تک زندہ ہیں' ان کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ضلع میانوالی کا ایک مزدور لیڈر غلام محمد ہاشمی صاحب وہاں نمودار ہوا۔ اور اس نے چیخ کر کہا کہ جماعت اسلامی والو سن لو! جب تک جماعت کے لٹریچر میں مودودی صاحب کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" موجود رہے گی تو جماعت بے شک اقتدار کے لئے ٹکریں مارتی پھرے اسے اقتدار نصیب نہیں ہو گا۔ اس کے اس اعلان پر تقریباً" پچاس سال گزر چکے ہیں اور اس کی پیش گوئی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اب جماعت اسلامی والے خود زمینداری نظام کو اسلام کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔

اصل میں مرکز جماعت سے علی احمد صاحب جو بعد میں مشرقی پاکستان کی جماعت اسلامی کے امیر بنا کر بھیجے گئے تھے' نواب آف کالا باغ سے کوئی معاملہ طے کرنے آئے تھے۔ غلام محمد ہاشمی صاحب اگرچہ ایک غریب آدمی تھا لیکن وہ ہر سطح پر نواب صاحب کا مقابلہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب نواب صاحب نے 1951ء میں پنجاب اسمبلی کی نشست کے لئے انتخاب لڑا تو ہاشمی صاحب نے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ نواب صاحب بڑے جابر آدمی تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس کمزور سے آدمی سے بڑے گھبراتے تھے۔ ہاشمی صاحب نے الزام لگایا کہ جناب علی احمد صاحب مودودی صاحب کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" کی اشاعت کے بارے میں کوئی معاملہ طے کرنے آئے تھے۔ کیونکہ بعد میں اس کتاب کو بڑی تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا۔

اب جبکہ جماعت اسلامی زمینداری نظام کو' خلاف اسلام قرار دیتی ہے اور اگر وہ اس بارے میں مخلص ہے تو پھر زمینداری نظام کو اسلامی ادارہ ثابت کرنے والی مودودی صاحب کی کتاب مسئلہ ملکیت زمین کو' جماعت اسلامی کے لٹریچر سے خارج کر دینا چاہیئے بلکہ اس کے تمام نسخوں کو اکٹھا کر کے جلا دینا چاہیئے' اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ جماعت اسلامی واقعی زمینداری نظام کو خلاف اسلام سمجھتی ہے۔ اس بارے میں اسے غلام محمد ہاشمی جیسے مخلص مزدور لیڈر کی پیشین گوئی پر غور کرنا چاہیئے۔

مولوی ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب، کہاں ہو

آپ جہاں کہیں بھی ہو، طلوع اسلام کا سلام قبول فرمائیں۔ آپ نے پرویز صاحب کو منکر حدیث قرار دے کر ان کے خلاف علماء سے فتویٰ دلوایا۔ اب آپ کے سامنے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ پرویز صاحب جن صحیح احادیث کو تسلیم کرتے تھے، یہ فتویٰ باز علماء انہیں ضعیف اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اس کی کچھ جھلک طلوع اسلام کے اس شمارے میں بھی دکھائی گئی ہے۔

آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ اگر آپ احادیث نبوی کے سچے عاشق ہیں تو پھر ان منکرین احادیث کے خلاف بھی ویسے فتویٰ کا اہتمام فرمائیں جیسا کہ پرویز صاحب کے بارے میں کیا تھا۔ اور ہاں طلوع اسلام کی نشاندہی پر آپ نے شریف میں تصحیح کر لی ہے اس سے پہلے، اپنے آپ انٹرنیشنل ختم نبوت تحریک کے مرکزی امیر قرار دیے باوجود، ایسا درود شریف استعمال کرتے تھے کہ جس کی ختم نبوت پر کاری ضرب پڑتی تھی۔

طلوع اسلام نے آپ کو ایک سنگین غلطی سے بچایا ہے۔ اس لئے اخلاقاً" آپ کا فرض تھا کہ طلوع اسلام مخالفت کے باوجود اس غلطی کی اصلاح پر اس کا شکریہ ادا کرتے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق بھی علماء حضرات کے اس گروہ سے ہے جو حسن اخلاق نامی چیز سے نابلد ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب، رسول اللہ ﷺ مجسم اخلاق تھے۔ اس لئے آپ کو اس نمونے کی پیروی کرنی چاہئے۔

"قرآن ایسا معاشرہ متشکل کرتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے افراد کی نشوونما کے لئے مصروف سعی و عمل رہتا ہے اور دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتا ہے۔ اور سب کچھ اس لئے کرتا ہے کہ اس کا ایمان ہے کہ اس سے اس کی ذات کی نشوونما ہو گی اور یہی اس کی زندگی کا منتہیٰ و مقصود ہے"

(پرویز، اسلام کیا ہے؟ صفحہ نمبر 118)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب المراسلات

محترم مدیر!

اسلام علیکم! میں خیریت سے ہوں اور پر امید ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پرخلوص کوششوں کو منزل تکمیل تک پہنچائے۔ (آمین) جہاں تک مجھے یاد ہے میں تقریباً پچھلے دو سال سے "ماہنامہ طلوع اسلام" لے رہا ہوں اس لحاظ سے میں "ماہنامہ طلوع اسلام" کو مزید بہتر بنانے اور اسے عوام میں مقبول بنانے کے لئے کچھ گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ صرف میری خواہش نہیں ہے بلکہ یہاں (حضرو میں) میرے بہت سارے جاننے والوں اور دوست احباب کے بھی دل کی آواز ہے کیونکہ وہ میری وساطت سے باقاعدگی سے "ماہنامہ طلوع اسلام" کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر آپ کا ادارہ لاہور، کراچی جیسے بڑے شہروں کے قاریوں کی گذارشات پر عمل کر سکتا ہے تو مجھے امید ہے کہ حضرو جیسے پسماندہ اور دور دراز علاقے کے لئے بھی آپ کا ادارہ حضرو میں رہنے والوں کے ذوق اور علمی شوق کو ضرور قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔

ہماری گذارش یہ ہے کہ ماہنامہ طلوع اسلام کے اندر کے صفحات جہاں آپ نے دیگر فکر آمیز مضامین کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں وہاں اگر آپ کچھ صفحات "کائناتی علوم" کے لئے مخصوص کر دیں تو ہم لوگ آپ کے ادارے کے ممنون و مشکور رہیں گے۔ کیونکہ میری معلومات کے مطابق آپ کے ادارے کے پاس اس علم کی خاص شاخ کے لئے لکھنے کے لئے افراد موجود ہیں۔ محترم پرویزؒ صاحب کی تصنیف "ابلیس و آدم" کے اندر کافی سارا سائنسی مواد شامل ہے لیکن یہ کتب ہر انسان کی پہنچ میں نہیں ہیں اور خصوصاً حضرو جیسے علاقے میں تو یہ مشکل کام ہے۔

سائنسی علوم جن میں انسانی جسم کے متعلق مضامین/ ستاروں، سیاروں الغرض کائنات کے متعلق مضامین۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اور میرے بہت سارے دوست احباب کی اس گذارش پر ضرور غور فرمائیں گے اور انشاء اللہ عن قریب کسی معلوماتی اور فکر انگیز سائنسی مضمون سے آئندہ کسی شمارے سے اس کی باقاعدہ اشاعت شروع کر دیں گے۔ میرے خیال میں آپ کے ادارے کے پاس مشہور ماہر فلکیات "سر جیمز جینز" کی مشہور اور فکر انگیز اور پراز معلومات تصانیف موجود ہوں گی۔ آپ ان کتب کا اردو ترجمہ کرا کے انہیں مضامین میں تقسیم کر کے "ماہنامہ طلوع اسلام" کے مضامین میں باقاعدگی سے اس کی اشاعت شروع کریں گے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ ذاتی دلچسپی لے کر میری اور میرے علاقے کے دیگر پڑھنے والوں کی گذارش کو آپ "ادارہ طلوع اسلام" کی مجلس مشاورت میں پیش کریں گے اور اہلیان حضرو کی طرف سے میری اس گذارش کے حق میں دلائل دیں گے۔

میں خاصا پرامید ہو کر آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ میرے بھٹکے ہوئے ذہن کو آپ کے ادارے کی طرف سے پیش کردہ قرآنی تعلیمات نے راہ راست پر لایا ہے اہلیان حضرو کی پہنچ میں آپ کا "ماہنامہ طلوع اسلام" ہونے کی وجہ سے ہم یہ سائنسی علوم بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ جتنی جلدی ہو سکے ہماری اس تجویز کو ادارہ کی مجلس مشاورت میں پیش

کر کے اس کے حق میں ٹھوس دلائل دیں گے اور انشاء اللہ بہت جلد سائنسی' کائناتی علوم پر مشتمل ایک مضمون کو باقاعدہ "ماہنامہ طلوع اسلام" میں جگہ دیں گے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ یہ سلسلہ باقاعدگی سے شروع کریں۔

میرے پاس ڈاکٹر عبدالودود صاحب کی تصنیف "مظاہر فطرت اور قرآن" موجود ہے مگر اب تو ذوق اور شوق ہے کہ آگے ہی بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

آپ کا بھائی

امیر تیمور + (اہلیان حضرو)

طلوع اسلام:- پیارے بھائی امیر تیمور صاحب آپ نے یہ تاثر کیسے قائم کر لیا کہ ہم بڑے شہروں کراچی یا لاہور وغیرہ کے قارئین کی فرمائشوں پر تو عمل کرتے ہیں لیکن پس ماندہ علاقوں کے قارئین کی تجاویز کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نہیں ایسا بالکل نہیں ہے۔ اچھی تجویز' صائب مشورہ جہاں سے بھی آئے وہ قابل قبول ہے۔ یقین مانئے آپ کا مکتوب پڑھ کر ہمارے دل میں روشنیوں کے انار پھوٹ پڑے ہیں۔ مولویانہ مناقشانہ فرمائشوں کے اژدھام میں کوئی تو معقول تجویز سامنے آئی ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حلقہ طلوع اسلام کے وہ احباب جن کی علوم فلکیات' نظری طبیعیات' جینیات وغیرہ پر دستگاہ ہو' اور ساتھ ہی ان کے قلوب و اذہان فکر قرآنی کے نور سے منور ہوں' وہ ضرور برادر امیر تیمور اور دیگر احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے قلم اٹھائیں گے۔ مضامین طبع زاد ہوں یا ترجمہ' طلوع اسلام کے اوراق' حسب روایت' ان گہہائے آب دار سے مزین ہونے کے آرزو مند رہیں گے۔

التماس

میری کتاب "عربی خود سیکھئے" جو پہلے ادارہ طلوع اسلام کی جانب سے شائع کی جاتی تھی۔ بعد میں سنگ میل پبلیکشنز لاہور کی جانب سے شائع ہونے لگی۔ میری طویل بیماری کے دوران ناشر نے اس کتاب کا ایک ایڈیشن شائع کیا جس کی قیمت 90 روپے (نوے روپے تھی) لیکن مجھے اس کی رائلٹی نہیں دی۔ کسی رفیق کے پاس اگر یہ نوے روپے قیمت والا ایڈیشن ہو تو براہ کرم اطلاع دیں۔ اگر اس کی ضرورت ہوئی تو پھر متعلقہ رفیق کو اس کتاب کا نیا ایڈیشن بھیج کر نوے روپے قیمت والا ایڈیشن منگوا لیا جائے گا۔ خیال رہے کہ صرف نوے روپے قیمت والے ایڈیشن ہی کی ضرورت ہے۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

102 مدنی سٹریٹ۔ اچھرہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم نمائندگان و اراکین بزمہائے طلوعِ اسلام و قارئینِ کرام

سلام و رحمت

گذشتہ کچھ عرصہ سے وطن عزیز کے ایک بڑے علاقے پر قحط سالی کے عفریت نے جس بری طرح اپنے پنجے گاڑے ہیں، اس سے آپ سبھی لوگ ریڈیو، ٹی وی یا اخبارات کے ذریعے اچھی طرح باخبر ہو گئے ہوں گے۔

یہ مصیبت نہ تو ناگہانی ہے کہ قوم کو اس کا تدارک کر سکنے کا موقع نہ ملا ہو اور نہ ہی ایسی کہ جس کی روک تھام انسانی وسائل کے اندر کرنا ناممکن ہوتا۔ بات ہے تو صرف اتنی کہ ہم من حیث القوم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ہماری آنکھ فطرت کے اشارے دیکھنے اور سمجھنے سے محروم ہو چکی ہے۔ ہمیں اپنے مسائل دیکھنے کے لئے بھی باہر سے کوئی جھنجھوڑے تو کچھ نظر آتا ہے۔ گذشتہ کئی ماہ سے ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ اس متوقع عذاب سے ہمیں خبردار کر رہے تھے لیکن جب تک یہ عذاب مسلط نہیں ہو گیا، ہم اس پر غور کرنے سے بھی گریزاں رہے۔ ادھر ہمارے "راہنماؤں" کی ساری توانائی تو ابھی تک جمہوریت کی بحالی، متبادل قیادت، توہین رسالت قوانین، احتساب اور اسی طرح کے معاملات میں صرف ہو رہی ہے اور ادھر زندگی پانی کے چند گھونٹ اور روٹی کے ٹکڑوں کے لئے ترس رہی ہے۔ میرے خیال میں عذاب بلوچستان یا تھر میں نہیں، ہم پر آیا ہے کہ احساسِ زیاں سے بھی عاری ہو گئے ہیں۔

"طلوعِ اسلام" قرآنی تعلیمات اور فکرِ اقبال کا پیامبر ہے اور اس سے متعلق اور متاثر ہونے کی بنا پر ہماری ذمہ داریاں بھی دوچند ہو جاتی ہیں۔ موجودہ حالات میں اگرچہ ہم ایسی پوزیشن میں تو نہیں کہ اپنے مصیبت زدہ بھائی بہنوں کو اس حال سے نکال سکیں لیکن اپنے اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے جتنا کچھ بھی ممکن ہے وہ کرنا بھی تو ضروری ہے۔

ہماری اپیل ہے کہ آپ میں سے ہر بہن بھائی قحط زدگان کی مدد کے لئے اپنا حصہ ضرور ڈالے۔ آپ اپنے عطیات جلد از جلد "ادارہ طلوعِ اسلام" میں براہ راست یا اکاؤنٹ نمبر 7-3082، نیشنل بنک آف پاکستان، مین مارکیٹ گلبرگ برانچ، لاہور میں بھجوائیں۔

مستدعی

ایاز حسین انصاری

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام

21 مئی 2000ء

DARS-E-QURAN

IN ENGLAND

UNDER THE MANAGEMENT OF BAZM TOLU-E-ISLAM LONDON

Place	Day	Time
76 Park Road, ILford, Essex IGI 1SF	FIRST SUNDAY OF THE MONTH Ph: 020-8553-1896 E-mail: maqbool.farhat@virgin.net	14.30
53 Downlands Drive Southgate West Crawley West Sussex RH11 8QZ	EVERY LAST SUNDAY OF THE MONTH *Contact* M.Khalil: Ph: 01293 446258 Or Arshad Mahmood:01293 419 784	14.30
373 Whitton Dene Hounslow Middlesex TW7 7NF	EVERY 3RD SUNDAY OF THE MONTH Ph:Tariq Aziz: 020-8755-1099 Mobile: 07939 017117	14.30
LADIES ONLY 72 Herent Drive Clayhall ILford, Essex IG5 OHG	EVERY LAST FRIDAY OF THE MONTH Ph:Rubina Khawaja: 020-8550-3893 Or Suriaya Farhat : 020-8553-1896	12.30

Sustenance with Dignity

Summarizing the question of the proper and the allowed, the Quran says: *O people! Consume from whatever is there on Earth in a proper and allowed manner; and don't follow the Devil* (improper ways) *as he is obviously your enemy.*" (2:68) This is referred to in 8:4 and 2:50 as 'the dignified sustenance.' Only such people who consume properly the permitted are dignified and are safe from ruin.

Greed

People resort to unfair and improper ways to amass wealth because they are driven by greed. The rat race is referred to by the Quran as *at-takaasur* (also the title of chapter 102): *"The greedy race to amass wealth carries men to their graves"* (102:1-2). The avarice for money drives one to obsession: "(just *to gather money and keep counting it.*" (104:3); *But no! this wealth will drive him to hellish destruction!"* (104:4-5-6-7-8-9). *Hoarding of illicitly earned money cannot save one from ruin* (02:11); *Faced with ruin, the hoarder will be disappointed at the ineffectiveness of money, the false pride which caused the ruin* (69:29) *and left him entirely unsupported and without fiends* (69:35). Men often adopt illegal and improper ways of acquiring wealth for the sake of their families and children. But such wealth is a source of trouble for you (8:28).

In a nutshell, the permitted (halal) sustenance is that which is acquired through fair and proper (tayyeb) means. It is the Right (haq). On the contrary, is the forbidden (haram). *"Allah retains* haq *and eliminates* baatel; *Allah knows what is in your hearts* (you cannot justify improper wealth no matter how hard you try)." (42:24). Improper earning is termed as *ithm* by the Quran (2:188). Ithm creates lethargy which causes one to fall behind. The Quran also forbids *maisara* (2:219) which not only refers to betting but also to any means of earning easy money. Such earning gives one wealth but creates 'acute lethargy' (2:219) which is more than the benefits of such money (2:219).

A society adopting the Quranic philosophy of proper and improper, permitted and forbidden, halal and haraam wealth will have a permanent and sound footing.

****

Please do present Tolu-e-Islam to your Friends and Associates

...is is impossible to achieve under the capitalistic system of economy where the rate of wages is determined by the investor/employer and the worker/labourer is forced by his destitution to accept it (just as the customer 'accepts' prices as mentioned earlier). Under the Quranic system of economy, the question of wages simply does not arise because the state assumes full responsibility of providing sustenance to all citizens.. Before that ideal is achieved, the state must see that the worker is not exploited. If he is, the employer is making 'haraam' money.

The Evader

The Quran holds the worker equally responsible for fairness when it declares the basic principle: "*Man is not entitled to anything except what he works for.*" (53:39) Those who shirk work earn *haraam* money.

***At-Tatfeef* (Short Measure)**

One of the chapters of the Quran is titled at-Tatfeef (to measure short; to tie up a camel's feet to slow its walking pace). The Quran has decreed ruin for *mutaffefeen*—"*those who* take *their dues in full from others; and measure less when they pay others.*" (83:1-2-3). This can also be taken in a social sense, i.e. the *mutaffefeen* short-measure people too and 'tie up their feet' so that they cannot devlop their potential in full. That is exploitation, too.

Embezzlement

Down to a single personal situation, the Quran wants individuals to be trustworthy: "*Don't embezzle what has been entrusted to you.*" (8:27) It may apply not only to an item entrusted to someone for safe-keeping but also to officials such as treasurers or store-keepers.

Allowed and Good (Proper)

The Quran is very serious where legality of *rizq* (wealth) is concerned: "*And consume whatever sustenance Allah has given you in a legal, proper manner, and thus observe Allah's laws of Whom you claim to be convinced of.*"(5:88) The 'proper use of the permitted needs an example. A goat is permitted *(halal)* but becomes forbidden *(haraam)* if not slaughtered under prescribed conditions. But, is a properly slaughtered but *stolen* goat *halal?* The Quran's answer is: No: "*They ask you* (O Prophet) *What is* allowed *for them. Tell them that all things proper are allowed.*" (5:4)

manufacturers, stockist, wholesalers, retailers as well as consumers, 'fair trade' can only exist in a system which controls profits and prices.

Usury (Interest)

The Quran allows *al-Bae'* (trade) but forbids *ar-Riba* (interest) (2:275). Since I have dealt with *riba* in detail elsewhere, I shall point to a very simple form of it where a borrower is bound to pay interest to the lender. The Quran forbids it and allows repayment of the original sum only as it is not unfair to either of the parties (2:279). Thus, in allowing trade but forbidding interest, the underlying consideration is exploitation. Weighed against this principle, the currently prevalent trading practices, the entire economic system, and for that matter, almost every sphere of human life, features exploitation of men by fellow men.

The Balance

Tremendously important in the Quranic scheme of things, balance is the basis of the Universe: *"God has formulated laws to keep a balance between stellar bodies. "God has formulated laws to keep a balance between stellar bodies. You should also crate a balanced society in which justice is done and nobody is wronged."* (55:7-8-9). A just social system shall have the divine Balance with divine laws (57:25; 42:17). on Judgment Day, Man's deeds shall be weighed in the Balance so that *"no one is wronged at all."* (21:47)

With this principle of the Balance in mind, let us consider the world of commerce. Verses like 6:153 and 17:35 instruct to *"keep your measurement fair and the balance correct."* Obviously, it means that the buyer must get his money's worth. Individual traders will keep their measuring fair but the 'money's worth' shall be monitored under a central system of price and quality control. Over-pricing, misrepresentation of merchandise, poor quality etc, inevitably lead to a nation's ruin. Prophet Shoaib repeatedly told his people: *"Keep your measurement fair and balanced; don't cheat people in merchandizing; don't spread chaos instead of order and fairness."* (7:85), (11:84-85), (26:181).

Reward of Labour

The Question is of prime importance according to the Quran. If labour (work) is not fully (fairly) rewarded, it is *haraam*. That, precisely, was the Pharaoh's sinful system which Moses was commissioned to abolish so that *"everyone gets the reward of their labour."* (20:75) and *"no one fears unfairness and exploitation."* (20:12).

Ahmed Usmani explains it thus: 'These instructions mention specifically a *yateem*, because of his desperation, he most deserves care and protection.'[1] It is clear that the downtrodden must not be exploited; money made thus is *khabees (haraam)*. Further, it said that such wealth is like consuming hellfire (4:10). It is absolutely forbidden *(haraam)*.

Bribery

Top of the list of illicit means of making money, bribery appears to have been widely accepted as a necessary evil. The verse mentioned earlier in regards to Fasting (2:188) goes, in its entirety, like this: "*And don't consume each other's wealth illicitly; and don't get it to the officials* (as bribery) *so that you can knowingly gain something from other's money in an improper way.*"

Is it not strange that, with such clear instructions from God, people abstain from pig's meat but think nothing of gulping down bribery?

The Business World

The practice of bribery may be restricted to specific sections of society, but the area flooded by illgotten money is the world of business—trade, buying and selling, factories, shops, etc. The Quran has laid down various rules of conduct in this regard. Take trade for example: "*O those who are Convinced! Don't consume each other's money illicitly; social life necessitates buying and selling, so that it should be done in agreement of the parties involved; otherwise, it is just like killing others. God wishes to save you from it.*" (4:29)

The verse in point resolves the problem of trade. But actually the exact opposite happens. Shopkeepers unite and decide prices. If a prospective customer finds a price too high, he is told to try elsewhere. Failing to get a lower rate, he is forced to pay the price for the asking. That is obviously not 'in agreement' of the parties involved but the shopkeepers maintain, wrongfully of course, that that *is* the case! They obviously exemplify the verse: "*Many go astray, as many find the right path by this* (Quran)." (2:26) The shopkeeper, who insists on charging his quoted price and maintains that it does not impinge on the 'agreement' of the customer, does not himself feel the same way when the roles are reversed! That is why the Quran goes on to say: "*Then whoever commits it, does it deliberately and wrongfully; the end of it will be hellfire, which is easy for God to do!*" (4:30). As trading involves the

[illegible] *of Hind*, Maulana Mahmood al Hasan, p.99

money approved and disapproved by the Quran are *halal* (allowed) and *haraam* (forbidden, respectively. *Al-Baqara*, Chapter Two of the Quran, deals with Fasting in verses 183-187. Muslims the world over very honestly follow them but very conveniently, without any qualms whatsoever, ignore the very next verse (188): "*And do not consume each other's wealth illicitly.*" The Quran cites illicit financial practices as one of the basic causes of the downfall of the Jews (4:161) going on to say: "... *And the transgressors among them had been promised a painful punishment.*"

There are various illicit financial practices—cheating, fraud, bribery, stealing, embezzlement, hoarding, overpricing etc.—but one mentioned specifically by the Quran often escapes our attention. And that is the one practiced by the clergy and the spiritual leaders: "*O ye who are Convinced! Most of the* (religious) *scholars and mystics consume illicitly the public money and block the way to Allah*" (9:34). Allama Shabbir Ahmed Usmani explains it thus: 'That is, (they) change and misinterpret God's word and religious rules for money. The masses, who have elevated them to godly status, accept as final whatever fallacies they present. Thus the priests and the mystics keep the masses entrapped in their web of deceit in order to safeguard their own vested social and financial interests. Obviously, if the public break free of the mesh and see the Truth, these men will have no more income.'[1]

Hygienic (Good) and Unhygienic (Bad)

The Quran also refers to illicit earnings as *tayyeb* and *khabees*, respectively. They are worthy of a look in regards to the topic under discussion: One of the purposes of the Prophet's emergence is: "... *and he will allow the constructive and forbid the destructive for them.*" (7:157). The *khabees*, the term used for pig's meat (5:3) is *haram*. Therefore, to a Muslim, pig's meat and illicit earnings are the same in kind: They are both forbidden with equal emphasis: "*The illicit can never equal the licit, no matter how attractive the plentifulness of the illicit is.*" (5:100). The Quran presents several illustrations of the *khabees* (illicit) and *tayyeb* (licit). For example: "... *and pay up the unprotected and lonely their dues; don't exchange the bad for the good; don't (confuse and) consume their wealth with yours: it is a great injustice and a crime.*" (4:2)

The term *yateem* is normally applied to an orphan but, basically, it refers to anyone who is on their own and feels lonely and left out. That is why *Allama* Shabbir

1- *On Sheikh al Hind*, Maulana Mahmood al Hasan, p.248

ILL GOTTEN EARNING

(HARAAM KI KAMAAI)

(which has reached epidemic proportions)

A Translation of the Urdu article

Haraam ki Kamaai

By

Allama Ghulam Ahmad Parwez

Translated by:

Khalid M. Sayyed, B.Sc; B.Ed.; M.A. (Punjab), PGCE (London), December 1999.

A typical Muslim, however unreligious—low morals, missing prayers and fasts. even drinking (alcohol) and fornicating—is sure to abstain from consuming pig's meat. Even the mere mention of the term is distasteful to him; just imagining it gives him shivers. In fact, consuming pig's meat has become synonymous with illicit gain of wealth.

But this attitude is restricted to swine. Muslims do not react with equal intensity to illicit earnings, despite God forbidding it, just as He forbade consumption of swine. A restaurant suspected of frying *halal* kebabs in pig's fat is very likely to be vandalized by an angry mob. But the same people think nothing of unfair, illicit means of making money. Is it not baffling? Even when some means of earning are deemed illegal by the state, people consider them just that—illegal—not illicit or forbidden ***(haraam)***. There may be some means of making money allowed by the state but deemed unfair by God. Let us have a look at the criterion of permitted *(halal)* and forbidden *(haraam)* means of earning as laid down by Allah.

Wrongful Earnings

Two of the fundamental terms of the Quran are: haq (Right)—honest means of income, and *baatel* (Wrong) dishonest ways of making money. The ways of making

any rate) is effective only if it influences all six levels simultaneously, and this level is probably the most primative and should only be engaged in when appropriate.

NEXT STAGE IN WORLD DEVELOPMENT

The groups has looked at all ideological forms and processes, past and present from a cold, rational point of view. In a nutshell their findings are these: All systems are created to serve the controlling elite. The masses are kept poor and busy, and if they get money they are encouraged to spend it on rubbish. All religious books are flawed and all religious systems exist to control the minds of their followers... with one exception: the Quran. This group has been through absolutely everything (I am cutting down to a page or two a body of literature which would take you six months to read). Their findings on all religions are that they are a level-3 factual tool against humankind in the hands of the ruling (unseen) elite and that most definitely includes "Islam" and hadith etc., etc. Yet, this group has deep respect for the Quran, believing it to be from God, complete, and unadulterated and forecasts that the world is on the edge of what they call a Quranic Age. This is what research and the application of intellect brought this group of top-class brains to. Although reared on dialectical materialism, and with no axe to grind or particular view to promote, when they sat down to sift through the human experience since the beginning of time to the present moment, they came to the above conclusions. I hope that was of some interest to you. If you read Russian and wish to wade through the corpus of work they have produced (and have no immediate plans for the next few months) you can find them at http://www.kobro.com

I have made it all sound much more cerebral than it really was. I did doubt myself on many occasions, and felt vulnerable and insecure standing alone and shaven against so many "beards", as it were. My reading of this group's work helped fortify me against all the helpful people with their endless list of "sunnat" designed to nip any imaginative endeavour in the bud. I long fought against the notion of distinguishing myself as a particular 'kind' of Muslim, but I have recently changed my mind. I call myself a Quranic Muslim, or a Quranicist. I'm just fed up with having a thousand years' worth of stupidity ascribed to me when I try to engage people in conversation on serious subjects.

****

order to understand it in any sense (and thereby your present) you need to comprehend who is lying and why, on the one hand, and have the truth to combat it on the other.

3. Factual

(faktologichesky in Russian); perhaps "Informational" is closer. This level concerns the guiding of religion, ideology, technology, newspapers, the type of novels which get published and promoted and the like. This is a huge subject, but I'm sure that anyone who has been away from any country for any period has had the impression on his return that everyone has been primed to think about certain things: Princess Di, racial questions, power-dressing or Michael Jackson... it's not really important what it is, the point is that there are trends and agendas of things for the unwary to have their (ever decreasing) attention spans pointed at. Now we come to the material weapons.

MATERIAL WEAPONS:

1. Economic.

World money markets, the credit-based system, the parasitic interest-oriented machine of oppression, sanctions. These are a form of control and oppression, about which there is nothing "free" whatsoever. The "free" market is a myth. These are weapons of control, and those who understand power understand this truth. Humanitarian aid' is also a very effective poison.

2. Tools of Genocide.

These are things which affect not only the living, but harm generations yet unborn. In this category comes alcohol, all forms of drugs, brain-washing techniques, subliminal influence, and genetic engineering. It is interesting to note that the group regards the drugs proliferation as overt policy and in the interests of those who control. It is poignant that the US used low grade plutonium bombs against Yugoslavia and Iraq. The weaponry used was designed to corrupt and weaken the genetic fibre of those nations for generations to come. Genetically modified foods, it is quite likely, will be discovered to have the same effect ten years down the line.

3. Traditional Arms.

Guns, soldiers, tanks, nuclear bombs, etc. According to MV the cutting edge of power is applied through all these media. Most of us may recognize one or two of these categories. However, the findings of MV is that power (as we have come to know it, at

(now largely unemployed) decided to sit down and work out exactly what had gone wrong, what the exact state of play was, and how to put things right; not only as regards Russia I might add, but in terms of the whole world (Russians like to think big!). They have produced a vast body of literature (some of it a bit stodgy, it has to be admitted) and set up a forum in which to tease out the facts from the fiction of their own demise. This is not a drawn-out exercise in self-pity; quite the opposite. It is a cold, hard look at the realities of their own position. I have summarized below the essence of their thought regarding only two points: the question of Power, and their conclusions regarding the next stage of development for the world at large.

POWER

There are six "platforms" or "weapons" on or with which power is wielded by the powers that be (who they are is a separate question and one about which some knowledge- though assumed - is not vital here). These six weapons divide into two groups of three. These are 'informational' weapons and 'material' weapons. In order to have (or to approach in any meaningful sense) real power it is imperative to understand this mechanism.

INFORMATIONAL WEAPONS:

1. Methodological.

This is the platform on which philosophical, methodological, and informational systems and habits are formed. If you cannot think a thing it is quite clear you can't do it. On this level habits are ingrained in the masses so that they are able only to formulate questions according to certain patterns. This level affects what we might call the world-view.

2. Historical.

This platform is related to the first, yet distinct. All historical references have a bearing on our perceptions and what we deem to be possible. One very small example from my own academic experience is that practically all the key players in the so-called Russian Revolution had one particular feature in common, i.e. that they were Jewish. This may or may not be a vital point in itself, yet it is worthy of note at the least. However, you will have to go a very long way before you will find a textbook in any Western library which even alludes to this historical fact (all the way to the former Soviet Union, in fact). Our history is not history. It is, as Napoleon said, lies agreed upon. In

A Message From Moscow

By

Sam Gerrans

I read Russian language and literature after which I lived and worked in Moscow for four or five years. I read the Quran through on my own several times over a six-month period (while I was in Russia) and I regard it as God's message to mankind. I did not have hadith/mullahism baggage and on "coming out" into the world of "Islam" felt somewhat bemused and annoyed at what I found to be Muslims' general disregard for their Book in favour of their own creations. A good knowledge of the Bible and an acquaintance with the mind-bending anti-reason techniques of Christology had prepared me to defend myself against the concerns of "knowledgeable" Muslims gleeful to have found what they call a "revert" to indoctrinate. After suffering a number of unimpressive challenges (bordering on the threatening, on occasion) at the hands of some of the dimmest people I have ever met in the name of what they called Islam I decided to back off and be a lot more careful about who I let into my confidence while searching for like-minded people. I am now relieved and happy to have begun to make the acquaintance of fascinating and stimulating, intellectually dexterous Muslims through the Internet. The main intellectual event which confirmed my resolve to stand by my feeling about the Quran despite the efforts of the Muslims I met to convince me that Islam was for morons is described below. It is connected to Russia, where a part of my life has been spent, and toward which much of my efforts have been directed for the last 10 years. It is repeated here almost verbatim from my posting of last year, and gives some background to my development. With the collapse of the Soviet Union the Russians have had a jolt. This is a nation which- consciously or unconsciously - regards itself as the saviors of mankind. So here they are - the saviors - in the humiliating position of needing saving themselves. Whatever the faults of the soviet regime, it did at least preserve an intelligentsia and promote a serious education. Our Western education was shallow by comparison. This is a nation of chess-players and imaginative inventors. When everything collapsed, a certain group - which calls itself Myotvaya Voda, or Stagnant Water - took an entirely praiseworthy step. They decided to think. This group, made up of some of the most brilliant brains in the whole of Russia, rocket scientists, military tacticians and so on